الحمد للہ والمنۃ

رسالہ مسمی بہ

لاجواب

من تصنیف ڈاکٹر نصیر الدین

یہ تصنیف میری ۲۴ سالہ مذہب نصاریٰ کی تحقیق کا لُبِّ لباب ہے جسکا نتیجہ میں آج مسلمان ہوں اسواسطے ہر مومن مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے بچوں کو یہ رسالہ پڑھایا کریں تاکہ وہ مذہب نصاریٰ کا دھوکھا نہ کھائیں

امرتسر پریس امرتسر میں
طبع ہوا

قیمت ۔۔۔ فی جلد ۔۔

عیسائی مذہب کی محک ہے

یہ رسالہ مسمیٰ بہ لاجواب جسکے مصنف جناب ڈاکٹر نصیر الدین صاحب
نومسلم اسلام کے فخر کا باعث ہیں میں نے دیکھا درحقیقت
یہ رسالہ ایک نئی طرز کا ہے اور ہر ایک اہل اسلام کے
واسطے نصاریٰ کے مقابل ایک درحقیقت دودھاری تلوار
ہے اسلئے میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ ہر یک مسلمان اسکو خرید
کر کے اپنے عزیزوں - دوستوں - بچوں کو پڑھنے کی ہدایت
کرے - العبد

مولوی حافظ محمد یوسف صاحب سکریٹری
انجمن حامی نومسلمانان امرتسر

میں نے اس کتاب کو دیکھا میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آجتک
ایسی کتاب در نفی الوہیت مسیح میری نظر سے نہیں گذری میں
یقین کرتا ہوں کہ آجتک نکلی بھی نہ ہوگی کیوں نہ ہو جناب من یہ کتاب
گھر کے بھیدی کی تصنیف ہے بھیدی بھی کون ہے ڈاکٹر نصیر الدین
صاحب جنہوں نے مذہب نصاریٰ کی غیرت میں بہت کچھ دیگر
دیگر مذاہب کو نقصان پہنچایا تھا - جو بفضل خدا و رسول کریم آج
اہل اسلام ہیں - دستخط چوہدری گلاب خان صاحب اپلیکیشن امرتسر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الحمد للہ رب العالمین

خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

رب یسر ولا تعسر رب تمم بالخیر

(۱) یعنے اے خدا اِس منزل کو آسان کر مشکل سے بچا اور اچھی طرح سے اِسے پورا کر دے۔ ازجانبِ **نصیر الدین** ابن غلام حسن طالعمند جو سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ پیرو ہے۔ کل بنی آدم کو سلام و رحمت اور راحت و دعا خصوصاً تمام ناظرین کو عموماً خدا کی عنایت و کرم سے پہنچے۔ آمین ثم آمین۔ بعد حمد و تعریف خدائے واحد و سرور کائینات خیر البشر ہمارے سردار و امیر المومنین و نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) مُصنّف کی مختصر سوانح عمری

مُصنّف کی پیدائش جگراؤں ضلع لودہانہ سنہ ۱۸۶۸ء میں ہوئی اور اُسکے بعد سنہ ۱۸[illegible]ء میں ایک مُعزز انگریز نے مصنف کو بیٹا بنا لیا کیونکہ مُصنف کے بزرگوں کے ساتھ صاحب موصوف کی کسی سبب سے محبت ہو گئی تھی۔ چنانچہ صاحب ممدوح نے اُسکو نارمل سکول میں راجرس صاحب مرحوم کے سپرد کیا۔ چنانچہ وہاں پر ہر طرح کی تعلیم دُنیوی کے علاوہ جو تعلیم

مذہبی حاصل کی وہ صرف عیسائی مذہب کی تعلیم تھی - بعدازاں جوان ہوا ڈاکٹر ایچ - ایم - کلارک صاحب بہادر ایم - ڈی دام اقبالہ میڈیکل مشنری سی - ایم - ایس کے ماتحت ۸ سال تک ملازمت ڈاکٹری مشن میں کی اور میں جو کہ عیسائی مذہب کو ایک سچے دِل سے ماننے والا شخص تھا - اور اپنی سچائی کے ثبوت میں میں نے ہمیشہ اِس امر کی کوشش کی کہ ہر ایک کو جس پر میرا بس چلا عیسائی مذہب میں لایا - اِس کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں - اِس امر سے بہت سے ناظرین اہل اسلام و اہل ہنود و نیز عیسائی بھی واقف ہیں - گو اب عیسائی صاحبان اِنکار کریں وے

اے معزز ناظرین یقین جانو کہ میں درحقیقت جیسا کہ میں نے کہا میں واقعی ایک غیرتمند عیسائی تھا اور جو کچھ میں کرتا رہا اوسکو راہ راست خیال کرتا تھا -

اب جسکو عرصہ عنقریب ڈیڑھ سال ہوگیا ہے میں اپنے دفتر میں اکیلا بیٹھا تھا دِن کا وقت تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پیر مرد سفید لمبا پیرہن پہنے سر پر عمامہ اور ہاتھ میں ایک لمبا سا عصا لیئے میرے سامنے آکھڑا ہوا - میں ہر چند کہ کبھی کسی شکل سے خوف زدہ نہیں ہوا تھا حیران سا ہو کر اُس پیر مرد کی طرف تاکنے لگ پڑا - کیا دیکھتا ہوں کہ کہ اُس کی آنکھیں مشعل کی طرح تیز ہیں اور وہ میری طرف یوں تاکتا ہے جیسے کہ کوئی کچھ کرنے سے پہلے سوچا کرتا ہے - مجھکو ایسا معلوم ہوا کہ کچھ

سوچ رہا ہے - یعنی کہ کبھی آنکھوں میں سرخی زیادہ آ گئی تھی اور کبھی کچھ نظر ترحم ہو جاتی تھی - پر میں خاموش رہا - آخرکار وہ بزرگ بولا کہ اے نصیرالدین تیری حرکات ہماری نظر میں بہت ناپسندیدہ ہیں یعنی جو کچھ کہ تو کرتا ہے یہ تیری بہتری اور بہبودی نہیں بلکہ تیری بربادی اور تیرے انجام کیواسطے بُرا اثر پیدا کرتی ہیں - میں پھر بھی خاموش رہا - دراصل مجھ میں جواب دینے کی طاقت نہ رہی تھی - پھر اُس بزرگ کی شکل سے غصہ تو جاتا رہا وہ مجھ سے یوں گویا ہوا کہ دیکھ کہ ہم جو تجھ سے اِس وقت کہتے ہیں اُن سے کہا کرتے ہیں جن پر ہماری خصوصیت سے مہربانی ہوا کرتی ہے - لاکلام ہمکو معلوم ہے کہ جو جو کچھ تو نے کیا وہ دِلی صفائی سے کیا اور تو اس موجودہ حالت کو سیدھا طریق سمجھ کے کر رہا ہے - درآنحالیکہ تو سخت غلطی پر ہے یعنی کہ اب ہم تجھے راہ راست بتلاتے ہیں اِسواسطے کہ تو ہمیشہ یہ دُعا کرتا رہا کہ خدایا میرا انجام اچھا کرنا - پس اب آئندہ یہ کر کہ جس کے خلاف تو نے اِسقدر سرکشیاں کیں اب آئندہ کو اُسکے جھنڈے کے نیچے وفادار سپاہی ہو کر زندگی بسر کر یعنی کہ ہمارے پیارے محمدؐ کو اپنا شفیع جان کہ ہم نے ہر مومن مرد و عورت کے واسطے صرف یہی ایک طریق نجات مقرر کر دیا ہے کہ جو نجات کا خواہاں ہو وہ ہمارے رسول پر ایمان لاوے اور اُسکے حکم سے انحراف نہ کرے "

اِسواسطے اے میرے معزز ناظرین میں اِس آسمانی بشارت سے

منکر نہ ہو سکا۔ اور مَیں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب مَیں دین اسلام کو ضرور دیکھونگا۔ چنانچہ جب مینے اسلام کی صداقت کو دیکھا تو میری آنکھوں میں وہی باتیں جو مذہب عیسائی میں عمدہ معلوم ہوتی تھیں حقیر معلوم ہونے لگ پڑیں۔ پس مَیں نے اپنا ارادہ اپنے ایک معزز دوست جو کہ میرے مدت سے مہربان تھے یعنی چوہدری گلاب خان صاحب اپیل نویس امرتسر سے ظاہر کر دیا اور اُنہوں نے ایک بزرگ مولوی صاحب سے میری ملاقات کروادی۔ گو مَیں اسکے بعد ایک سال سے اور دوستوں کے روبرو اسلام قبول کر چکا تھا۔ ہر چند ایک معزز اہل اسلام کی صلاح سے کچھ توقف ہو گیا جسکا اظہار مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو خیرالدین صاحب مرحوم کی مسجد امرتسر میں کیا گیا۔

(۳) تمہید۔ ہر صاحب عقل کا فرض ہے کہ جب سچائی کو خود معلوم کر لے تو اُسکی اپنے ہمجنسوں کو بھی اطلاع دے کیونکہ دین و مذہب کا معاملہ ٹھیک ایساہی ہے جیسے کہ دو بھائی اپنے باپ کی ورثہ کے حقدار ہوتے ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ اگر ایک کے پاس کچھ زیادہ حصہ آگیا ہے تو دوسرے کو بانٹ دیوے اور اگر کم ہے تو وہ بیشک جسطرح سے ہو سکے اُسسے لے لیوے کیونکہ اس میں ہر دو برابر حقدار ہیں ایساہی دین کا معاملہ ہے کہ اگر کسی بھائی کو کچھ کسی امر کی خبر ہوئی ہو تو دوسرے بھائیوں کو فیض پہنچانے میں کوتاہی نہ کرے۔ پس میں نے مناسب جانا کہ اپنے معزز

ناظرین سے اپنا خیال پوشیدہ نہ رکھوں بلکہ جو جو مجھپر عیاں ہوا ہے اوسکا اظہار کروں - یاد رکھو کہ کسی مذہب یا عقیدے کو اسلئے تقلیداً مان لینا کہ میرے آبا و اجداد یا دوست اور رشتہ دار وغیرہ اُسکو مانتے آئے یا مانتے ہیں یا جسکو اب میں مانتا ہوں میرے چھوڑنے میں مخالفت یا دقت یا بدنامی و دنیاوی عزت آبرو کا نقصان ہے یہ کسی صادق یا دانا یا صاحب عقل کا کام نہیں - دُنیا بھر میں کونسا شخص ہوا ہے کہ جسکو حق کی تلاش میں مشکلیں اور دشواریاں درپیش نہیں ہوئیں - دین و مذہب کا واسطہ صرف انسان اور اُسکے خدا ہی کے درمیان ہے کسی تیسرے کو اس میں کچھ دخل نہیں باپ ہو یا ماں یا دوست ہو یا بھائی - اُستاد ہو یا آقا - ہم اپنے خیالات کے لئے صرف خدا کے ہی جوابدہ ہیں اگر ہم پوری نیک نیتی اور کمال کوشش اور فکر عمل میں نہیں لائے تو لاکلام ہم خدا کے حضور کھڑے ہونے کے بھی لائق نہیں لیکن اگر ہم یہ سب امور طے کر چکے ہیں تو گو ہمارے عقلی و ذہنی نتائج صحیح نہ بھی ہوں ہم اپنے ارادے اور نیت و دل کے مطابق راستباز ٹھہرائے جائیں گے -

پہلا باب دربارہ نفی الوہیت مسیح یعنی کہ مسیح میں موجب عیسائیوں کے گمان کے الوہیت نہیں ہے - میرا یہ منشا نہیں کہ میں فروعات کی طرف زور دیکر مفت میں کاغذ سیاہ کروں کیونکہ اس قسم کی کتابیں درمیان اہل اسلام و اہل نصاریٰ بہت سی چھپ چکی ہیں - اس وقت میں صرف

عیسائیوں کی کتابوں سے یہ ثابت کرونگا کہ حضرت مسیح جس کو عیسائی
خدا کا اقنوم ثانی مانتے ہیں غلط ہے وہ صرف ایک بندہ ہے بلکہ ایک نبی
پس سب سے اول ہم اس امر میں خدا کی شہادت کے محتاج ہیں۔
پس ہم یہ دیکھیں گے کہ آیا خدا نے بھی کہیں مسیح کو اپنا اقنوم مانا ہے یا
نہیں۔ چنانچہ دیکھو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت اس کی

دوسری جلد یعنی خروج باب ۲۰-۱- آیت۔ پہلا حکم میرے حضور تیرے
لئے دوسرا خدا نہ ہووے۔ یہاں پر خدا نے نہیں کہا کہ میرے ساتھ
تیرے لئے دوسرا مسیح بھی خدا مانا جاوے بلکہ صاف کہا کہ میرے حضور
تیرے لئے دوسرا خدا نا ہوئے۔ دوسرا حکم جسکا سارا مطلب یہ ہے
کہ تو میرے بغیر کسی غیر کی عبادت نہ کرنا۔ میں غیور خدا ہوں یعنی کہ میں
غیرتمند خدا ہوں کہ اگر میں اپنی غیرت کو کام میں لایا تو جو میرے سامنے
کسی دوسرے کو خدا کہیں گے یا مجھ میں ملاویں گے تو کیا حال ہوگا
غیرت کا نتیجہ تو صاف معلوم ہے۔ پھر خدا کی غیرت تو ایسی ہے کہ
جسکا کچھ حد و حساب نہیں۔ وہ تو برباد کر دے گی۔
پھر دیکھو موسیٰ کی پانچویں کتاب بنام استثنا ۵ پھر اسی پہلے حکم کی
دوبارہ تاکید کی ہے تاکہ بھول نہ جاوے۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا
خدا نہ ہووے۔ پھر دیکھو استثنا کی کتاب ۶/۴ کو سن اے اسرائیل خداوند
ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے یعنی کہ دوسرا کوئی خدا نہیں تو سمجھ لے کے

اسرائیل خدا صرف ایک ہی ہے نہ کوئی اوسکی ذات میں اقنوم ہے یا بیٹیا وغیرہ وغیرہ وہ صرف اکیلا خدا ہے۔

پھر دیکھو حضرت داؤد اپنی زبور میں کیا فرماتے ہیں چنانچہ ۸۱ زبور ۸ سے ۱۰ تک

میرے لوگو سنو کہ میں تجھپر گواہی دونگا۔ اے اسرائیل سن اگر تو میری سنیگا تو تیرے درمیان کوئی دوسرا معبود نہ ہووے تو کسی اجنبی معبود کو سجدہ نہ کرنا خداوند تیرا خدا میں ہی ہوں۔ واہ سبحان اللہ کیا ہی خوب فرمایا اور کیسے زور سے یعنی کہ اے اسرائیل اگر تو میری سنیگا تو یاد کرلے اور خوب دل کے کانوں سے سن لے کہ خداوند تیرا خدا میں ہی ہوں۔ کہیں نہیں کہا کہ میرے ساتھ بیٹا بھی ایک اقنوم ثانی ہے کچھ تھوڑا سا اسکو بھی خدا کہدیا کرنا نہیں نہیں صاف صاف فرمایا کہ میں ہی ہوں اور کوئی نہیں۔ اب یاد رکھنا حضرت موسیٰ کا قول اور دوسرا داؤد کا قول تیسرا اور لو ہوسیع نبی کی کتاب ۱۳/۴ کو دیکھو میرے سوا کوئی اور نجات دینے والا نہیں ہے یہ ایک تیسری شہادت ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میرے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں اسجگہ کہیں نہیں لکھا مسیح بھی جو مجھ میں ایک اقنوم ثانی ہے نجات دہندہ ہی نہیں صرف میں ہی ہوں اور کوئی نہیں۔ یاد رکھو کہ پرانے عہدنامہ یعنی عہد عتیق میں اسقدر مقامات ہیں کہ اگر لکھوں تو بہت زیادہ کالم بھر جاوینگے کہ صرف خدا کی عبادت کے اور کسی کا ذکر تک نہیں آیا (۲) خیر اب ہم عہد جدید یعنی نئے عہدنامہ کیطرف یعنی اناجیل کیطرف چلتے ہیں کیونکہ عیسائیوں کو ذرا اسپر

زیادہ ناز ہے۔ اس لئے ہم دیکھیں گے کہ آیا نئے عہدنامہ میں کہیں بھی خدا نے مسیح یعنی اقنوم ثانی کو بھی اپنے ساتھ ملایا ہے یا کہ نہیں چنانچہ دیکھو مرقس کی انجیل ۱۲ / ۲۹ کو یسوع نے اُس سے جواب میں کہا کہ سب حکموں میں اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سُن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر اول حکم یہی ہے۔ یعنی کہ حضرت مسیح ایک سایل کو جو یہ دریافت کرتا ہے کہ سب سے اول حکم کیا ہے جواب فرماتے ہیں کہ اے اسرائیل کے فرزندو سُنو ہمارا خدا یعنی میرا اور تمہارا۔ یہاں پر ہمارے کے معنے یہ ہیں کہ تمہارا خدا اور میرا خدا جو صرف ایک ہی ہے اُسکے واسطے تمام عزت و تعظیم ہے اپنا یہاں پر حضرت مسیح نے ذکر تک نہیں کیا۔ پھر دیکھو متی کی انجیل ۲۲ / ۳۶ سے ۳۸ اے اُستاد شرع میں بڑا حکم کون ہے یسوع نے اُسے کہا خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہے۔ دیکھو اسجگہ حضرت مسیح نے اُسے پہلے حکم کی تاکید کر دی ہے کہ جو حضرت موسیٰ کو ملا تھا۔ یہاں پر بھی اگر بموجب عیسائی صاحبان کے اعتقاد کے مسیح اقنوم ثانی بنجاتے تو شاید عیسائی جامہ میں بھی پھولے نہ سماتے حالانکہ ہاتھ ملے تو کچھ نہیں پھر بھی بڑے زور سے بیٹا بیٹا پکار کے لوگوں کے کان کھاتے رہیں وہ مثل ٹھیک ہے کہ جھوٹے تو سچوں جیسے اور سچے خدا جیسے۔ یاد رکھو کہ عیسائی اپنے آپکو بھی خدا کے بیٹے اور بیٹیاں خیال کرتے رہیں۔

اگر بالفرض حضرت موسیٰ اور دیگر نبیوں نے کسی جگہ نہیں کہا تھا کہ خدا کی ذات میں کوئی اور ذات بھی مخفی یا پوشیدہ ہے تو جب مسیح آپ آگئے تھے تب تو ظاہر کیا ہوتا کہ میں اور نبیوں کی طرح سے نہیں ہوں بلکہ میں بھی خدا کی ذات کا ایک حصہ ہوں اگر برابر نہیں یا نصف بھی نہیں تہائی تو میری ضرور ہی ہے جو خدا کی ذات میں سے ہوں اگر وہ تین پاؤ ہے تو میں ایک پاؤ ضرور ہوں اسواسطے مجھکو اقنوم ماننا ضرور ہے **مسیح کا اصل درجہ اناجیل سے**

اس قسم کی تعلیم تو کہیں نہیں ملتی کہ مسیح کو بھی خدا کہا جاوے۔ بلکہ اناجیل سے مسیح صرف ایک آدمی یا پیغمبر ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو یوحنا کی انجیل ۱۷/۳ کو ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وے تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔ دیکھئے حضرت نے اپنی زبان مبارک سے اپنا درجہ بتا دیا کہ میں بھیجا ہوا ہوں پس بھیجا ہوا کون ہوا کرتا ہے صاف ظاہر کہ نبی یا رسول یعنے حکم کا پابند خدا نے بھیجدیا تو آگیا پس مسیح کو بھیجا ہوا خدا کا جاننا چاہیئے جیسا کہ حضرت مسیح کا اپنا ارشاد ہے اگر اسکے علاوہ کچھ مسیح کو اور کہا جاوے تو لا کلام مسیح کے حکم کی نافرمانی ہے۔ اور آیت مذکورہ بالا میں زندگی کی شرط عین اس بنا پر لکھی ہے کہ خدا کو اکیلا اور سچا خدا جانیں۔ اگر اکیلے سچے خدا میں دوسری ذات ملانے کا نام بھی لیا تو زندگی نہ ہوگی۔ اب گنجائش نہیں رہی کہ ہم کسی دوسرے کو بھی خدا کہیں اگر کہیں تو صاف ظاہر ہے کہ خدا اکیلا اور سچا خدا نہ رہیگا پس ہم اسلئے مسیح کو ہرگز ہرگز خدا نہیں کہہ سکتے۔

حضرت مسیح کا ارشاد عبادت کے حق میں کیا ہے دیکھو یوحنا کی انجیل ۴ ۲۳ کو سچے پرستار روح اور راستی سے خدا کی پرستش کرتے رہیں اسجگہ حضرت مسیح سچے پرستاروں کی نشانی بتاتے ہیں وہ کون ہیں وہ جو روح اور راستی سے خدا کی پرستش کرتے ہیں نہ کہ خدا کی ذاتیں اور خدا ملاتے ہیں۔ پھر جو دعا عیسائیوں کو حضرت مسیح نے بتائی ہے اسمیں بھی صرف خدا کی ہی تعریف ہے اور ایک وقت کی روٹی کی بھی درخواست صرف خدا ہی سے کی گئی ہے پس اگر مسیح خدا تھے تو ایک جگہ بھی کہیں کہا ہوتا کہ میں بھی کچھ بزرگ بننے اور بزرگی لینے اور برکات دینے کا حقدار ہوں۔ نہیں حضرت مسیح نے جسکا حق تھا اسی کو دیا یعنی تعریف اور بزرگی صرف خدا ہی کو ہے اور ہر برکت کا دینے والا بھی صرف وہی ہے اور حضرت مسیح بھی ہماری طرح دعا کیا کرتے تھے بلکہ راتیں دعا میں صرف کرتے تھے چنانچہ دیکھو لوقا کی انجیل ۶ ۱۲ کو ان دنوں میں ایسا ہوا کہ وہ پہاڑ پر دعا مانگنے کو گیا اور خدا سے دعا مانگنے میں رات بتائی پس اگر مسیح خدا تھے تو کیا وہ کسی دوسرے خدا سے دعا مانگتے تھے۔ ناظرین انصاف کو آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ پھر عبرانیوں کا خط ۵ مسیح نے۔ رو رو اور آنسو بہا بہا کے اُس سے جو اوسکو موت سے بچا سکتا تھا دعائیں اور منتیں کیں کیا اگر مسیح خدا تھے یا خدا کے اقنوم تھے یا اُنکے جسم میں الوہیت مخفی تھی تو عیسائی صاحبان بتادیں کہ حضرت مسیح کس خدا کے سامنے زار زار روتے تھے کیا اپنی الوہیت سے درخواست کرتے تھے! پس اگر یونہی تھا تو یہ کہہ سکتے

تھے۔ اگر تیری الوہیت تو میرے جسم کی سُن ... تاکہ مغالطہ نہ پڑنا غلطی کی تو جگہ ہی نہیں آپ نے تو صاف اپنی انسانیت کو بار بار بتا دیا ہے حضرت مسیح کی آخری

دعا یہ ہے کہ اے خدا اگر تیری مرضی ہو تو یہ پیالہ یعنی موت کا پیالہ مجھ سے دور کر سکتا ہے حضرت مسیح تو ہماری طرح سے موت کے پیالہ کو بھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتے تھے اس سے ثابت ہو چکی یہ بات کہ حضرت مسیح موت سے نہیں بچ سکتے" اور یہ خوب جانتے ہو کہ موت سے صرف خدا ہی پاک ہے تو اب بھلا تم ہی بتاؤ کہ حضرت مسیح خدا! کیسے بن سکتے ہیں اور حضرت مسیح اپنے آپکو بار بار شخص اور انسان ثابت

کرتے ہیں چنانچہ دیکھو یوحنا کی انجیل ۵ ہم دشمنی کی انجیل ہے کہ تم مجھے قتل کیا

چاہتے ہو جو ایسا شخص ہے کہ حق بات جو میں نے خدا سے سُنی تھیں کہی۔ انسان

صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر بات سے جو خدا کے مُنہ سے نکلتی ہے جیتا ہے دیکھئے کہ اس جگہ حضرت مسیح کیسی فروتنی سے فرماتے ہیں کہ میں تو ایسا شخص ہوں کہ جو خدا سے سنتا ہوں تمکو کہتا ہوں ذرا بھی کفر نہیں کہتا بلکہ صاف صاف اپنے کو شخص بتاتا ہوں اور خدا سے سنکر تمکو کہتا ہوں نہ کہ اپنی طرف سے۔ حضرت مسیح تو اپنے عزیز شاگردوں کو بھی اپنے بائیں ہاتھ بٹھانے کا اختیار نہیں رکھتے تھے کیونکہ حکم خداوندی کی تعلیم تھی اور حکم خداوندی یہی تھا جو تم سُن چکے ہو یعنی سوائے اُس واحدہٗ لاشریک لہٗ کے کوئی خدا نہیں ہے جیساکہ مرقس کی انجیل ۱۲ آیت میں لکھا۔ اب حضرت مسیح کا اپنے حق میں

کیا قول ہے چنانچہ دیکھو متی $\frac{16}{14}$ کو اور یسوع نے قیصریا فلپی کی اطراف

میں اگر اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں کہ میں جو ابن آدم ہوں کون ہوں۔ اب اے میرے معزز ناظرین اس سے بڑھکر کیا بڑی سند ہوسکتی ہے مسیح اپنے آپ کو صاف آدم کی نسل ثابت کرتے ہیں۔ یہ تو ایک ایسا سوال ہے کہ اگر کوئی اجنبی شخص ذیعزت کسی ملک یا شہر میں جاوے تو عام لوگ اوسکی بڑی شان و شوکت کو دیکھ کر کہیں کہ اے یارو یہ کون ہے کیا کوئی نواب ہے یا ڈپٹی کمشنر ہے یہ کون ہے پس وہ شخص اپنے نزدیکیوں سے دریافت کرے کہ عوام کا خیال میرے حق میں کیا ہے جسحال میں ایک عام جاگیردار ہوں لوگوں کا گمان کیا ہے۔ اسجگہ مسیح اپنے شاگردوں کو کہتے ہیں کہ میں جو محض ابن آدم ہوں یعنی آدم کی نسل سے ہوں لوگ کیا گمان کرتے ہیں لوگوں کا گمان اوسوقت یہ تھا کہ کوئی یوحنا کہتا تھا کوئی الیاس کوئی یرمیاہ یا اور کوئی نبی پس بموجب ہمارے خیال کے اور لوگ بھی اونکو اوسوقت نبی ہی سمجھتے تھے نہ کہ خدا۔

لیکن حضرت مسیح نے صاف صاف فرمایا کہ میں صرف ابن آدم ہوں۔ اب جسحال کہ کوئی شخص اپنا عہدہ اور درجہ آپ ہی بیان کردے تو دوسروں کو اُسکے ماننے میں کیا گریز ہے۔ اگر اُسکی بات کا یقین نہ کیا جاوے تو لا کلام اُسکو جھوٹا خیال کرنا ہے پس حضرت مسیح کو سوائے ابن آدم کے خدا کا بیٹا یا اقنوم ثانی کہنا حضرت مسیح کو (معاذ اللہ) جھوٹا اور فریبی کہنا ہے۔ تا کہ کلام طوالت نہ پکڑے اب ہم حضرت مسیح کے شاگردوں کا ایمان جو مسیح کے حق میں وے رکھتے تھے اپنے ناظرین کے واسطے بیان کرینگے کیونکہ موجودہ عیسائی صاحبان کی نسبت اُنکا ایمان زیادہ قوی دلیل رکھتا ہے۔

(۳) شاگردوں کا ایمان حضرت مسیح کے حق میں کیا ہے۔

چنانچہ دیکھو رسولوں کے اعمال کی کتاب ۲/۲۲ یسوع ناصری ایک مرد تھا جسکا

خدا کی طرف سے ہونا نہیں ثابت ہوا۔ دیکھیے حضرت مسیح کے شاگرد آپکو ایک مرد
کہتے ہیں اور اوسکا ہونا خدا کی طرف سے بیان کرتے ہیں تو مرد وہی ہے جو
روح اور جسم کا مجموعہ تھا اور اُسی مجموعہ کو شاگرد خدا کی طرف سے ثابت کرتے تھے نہ
یہ کہ اُنکے جسم کو بقول تمہارے الوہیت مسیح سے ثابت کرتے تھے اِس سے ثابت
ہوا بلکہ یسوع ناصری صرف ایک مرد تھا جسکا خدا کی طرف سے ہونا نہیں ثابت ہوا ہے
یعنے وہ اللہ کیطرف سے ایک نبی ہو کر تمہارے پاس آیا وہ صرف ایک مرد تھا
نہ کہ خدا۔ پھر دیکھو پہلا قرنتی ۸ باب ۶ ایک خدا ہے اور کوئی خدا نہیں مگر ایک خدا
جو سب کا باپ سب کے اوپر سب کے درمیان اور تم سب میں ہے۔ اے
معزز ین دیکھیے شاگرد خدا ہی کو خدا کہتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کوئی اور دوسرا
خدا نہیں یعنے مسیح یا اور کوئی خدا یا خدا کا اقنوم نہیں۔ صرف سب کا باپ جیسے
مسیح کا باپ ویسے تمام جہان کا باپ صرف خدا ہی ہے۔ سب میں حاضر و ناظر ہے
مسیح کا کوئی ذکر اذکار نہیں کہ وہ بھی حاضر و ناظر ہے بلکہ صرف وہ ایک ہے
جیسے کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ پھر دیکھو مرقس ۱۲ ایک خدا جو سب کا باپ کر
سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور تم سب میں ہے۔ دیکھیے کہ رسولوں کا اعتقاد
حضرت مسیح کے حق میں کیسا صاف ہے صرف ایک خدا ہے نہ کہ مسیح خدا ہے۔
پھر پہلا پطرس ۱/۳ اَنی ۱/۳ کو دیکھو۔ ہمارے خداوند مسیح یعنی مالک کا خدا مبارک
ہووے۔ یہاں پھر مسیح کے شاگرد خدا کو جیسا اپنا خدا جانتے ہیں ویسے ہی اپنے
اوستاد کا بھی خدا مانکر مبارک کہتے ہیں۔ اگر بالفرض مسیح خدا ہوتا تو اُسکا خدا
کیوں کہا۔ پس ہمنے تینوں طریق سے اول خدا کے فرمان۔ دوئم مسیح کے اشارے
سوئم حضرت مسیح کے شاگردوں کے ایمان کے اظہار سے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح
نہ خدا تھے اور نہ ہی اونمیں الوہیت کی کوئی چیز تھی۔ پس ہم کسی طرح سے حضرت

مسیح کو خدا نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ صرف ایک بندہ اللہ کے ہیں۔

دوسرا باب۔ نفی الوہیت مسیح عقلی و نقلی بحث کہ آیا حضرت مسیح میں الوہیت ہے یا نہیں۔ پہلے باب میں ہم نے صرف نقلی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ مسیح میں ہرگز ہرگز خدائی نہیں ہے۔ اب ہم عقلی اور نقلی طور پر دیکھیں گے کہ آیا حضرت مسیح میں الوہیت ہے یا نہیں۔ یاد رکھو کہ الوہیت کیواسطے کم سے کم صفات ذیل کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) واجب الوجود اور قایم بالذات ہونا (۲) قادر مطلق ہونا (۳) ہمہ دان ہونا۔ جامع صفات کا کمال ہونا کسی کا محتاج نہ ہونا۔ پس اگر انمیں سے کسی ایک کی بھی نفی ہوگئی تو لاریب الوہیت کی نفی ہو جاویگی۔ اب ہم حضرت مسیح کا ان ہرسہ صفات سے خالی ہونا ثابت کر دکھائیں گے۔

(اول) وہ قایم بالذات نہیں۔ دیکھو یوحنا کی انجیل ۶/۵۷ کو جسطرح کہ زندہ باپ (یعنی خدا) نے مجھے بھیجا ہے میں باپ سے زندہ ہوں۔ پھر یوحنا ۵/۲۶ کو دیکھو باپ (یعنی خدا) نے بیٹے (یعنی مجھکو) کو بھی دیا ہے کہ اپنے میں زندگی رکھے۔ پھر دیکھو دوسرا قرنتی ۱۳/۴ دب کو مسیح خدا کی قدرت سے جیتا ہے۔ اب مذکورہ بالا آیات سے کیسا صاف اور صحیح طور سے ثابت ہو گیا ہے کہ مسیح ہرگز ہرگز قایم بالذات نہیں وہ تو پکار پکار کے کہتے ہیں کہ زندہ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ اور میں خدا سے زندہ ہوں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں آپ زندہ خدا دنیا میں آیا ہوں بلکہ یہ کہ خدا نے جو زندہ ہے مجھے بھیجا ہے اور میری زندگی جو ہے وہ صرف خدا سے ہے نہ کہ میری اپنی طرف سے بلکہ میں خدا سے زندہ ہوں۔ حضرت مسیح نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ میں زندہ خدا آیا ہوں اور نہ ہی یہ کہا کہ میں آپ سے زندہ ہوں۔ پس میرا آنا اور زندہ رہنا صرف خدا

کے حکم سے ہے نہ میری کوئی اپنی خوبی ہے۔ حضرت مسیح کے اس قول سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ میں جو زندہ ہوں صرف خدا سے زندہ ہوں مجھکو سانس آیندہ کی بھی کچھ خبر نہیں کہ آیا آویگا یا نہ آویگا کیونکہ وہ صرف انسان ہی تھے اگر ان میں کچھ بھی الوہیت ہوتی تو آپکو اپنی زندگی کیواسطے خدا کی محتاجگی نہ ہوتی بلکہ کہا ہوتا کہ میری زندگی میری الوہیت سے ہے وہ پیغمبر تھے الہام سے جانتے تھے کہ لوگ مجھکو خدا یا خدا کا اقنوم کہیں گے صاف صاف الوہیت سے انکار کر دیا تاکہ خدا کے سامنے اپنے اوپر داغ لینے سے بچ جاویں۔ مرحبا جزاک اللہ۔ حضرت مسیح نے بہت صفائی سے الوہیت کی نفی آپ سے آپ ہی کر دی پھر بھی اگر کوئی اپنی عقل کی کمی کے باعث اونکو الوہیت میں لپیٹ دیوے تو یہ اُسکا اپنا قصور ہے نہ کہ حضرت مسیح کا۔ باپ نے بیٹے کو بھی دیا کہ آپ میں زندگی رکھے۔ اِسجگہ عیسائی صاحبان جو کہتے ہیں کہ مسیح نے جو کہا کہ وہ اپنے جسم کی بابت کہا ہے کہ میری جسمانی زندگی اللہ کیطرف سے ہے یعنی مسیح اپنے جسم کی بابت کہتا ہے نہ کہ الوہیت کی بابت۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر بفرض محال اسکو یوں ہی اُنکی دلجوئی کی خاطر مان ہی لیا جاوے تو حضرت مسیح کو یہ کہنے سے کیا عار تھی کہ میری جسمانی زندگی میری الوہیت سے زندہ ہے یعنی کہ جو میرا جسم ہے وہ میری الوہیت سے زندہ ہے یہ کہکر لوگوں کو کیوں بکھیڑے میں ڈالنا تھا کہ میری زندگی خدا کے حکم سے ہے جیسے کہ کل جہان کی زندگی خدا سے ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ آپ صرف ایک بندہ اللہ کے تھے۔ مسیح اپنی زندگی کیواسطے خدا کا محتاج ہے اور جو محتاج ہے خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا تو مسیح کیونکر خدا ہو سکتے ہیں۔ اگر مسیح موجودہ زندگی کے واسطے خدا کا محتاج ہے جیسے کہ درحقیقت ہے تو یاد

رکھتا کہ سائنس آیندہ کی بابت بھی اُنکو مطلق خبر نہ تھی کہ آویگا یا نہ آویگا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مسیح اپنے سانس کا بھی اختیار نہیں رکھتے تھے جو اپنا بھی اختیار نہ رکھتا ہو وہ خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگر یہ خیال کیا جاوے کہ وہ آیندہ کی بابت یعنی ابدی زندگی کی بابت کہتے ہیں تو بھی انسان ہی ثابت ہوئے کیونکہ ہر انسان یعنی کل مخلوقات آیندہ زندگی کے واسطے خدا ہی کا محتاج ہے پس مسیح ہر صورت سے انسان ہی رہے۔ مسیح خدا کی قدرت سے جیتا ہے جیسے سارا جہان خدا کی قدرت سے جیتا ہے اور جو خدا کی قدرت سے جیتا ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں پس مسیح کیسے خدا قائم بالذات ہو سکتے ہیں کیونکہ زبان مسیح حضرت مسیح کو خدا نہیں ہونے دیتی۔ پس اگر مسیح خدا ہوتے تو ایسا کہنے سے اُنکو کیا دریغ تھا کہ میں اپنی قدرت سے زندہ ہوں یا میری جسمانی زندگی میری الوہیت سے زندہ ہے۔ اب دیکھیے کہ آپ کے حواری بھی یہ کہتے ہیں کہ مسیح صرف انسان ہے اور وہ خدا کی قدرت سے زندہ ہے اور وہ آپ بھی یہی فرماتے ہیں کہ میں صرف خدا کی قدرت سے زندہ ہوں۔ پس ثابت ہو گیا کہ آپ میں ہرگز ہرگز قائم بالذات ہونے کی صفت نہ تھی پس اُسکے نہ ہونے سے الوہیت کی نفی ہوئی یا نہ ہوئی؟

(دوئم)۔ وہ قادر مطلق بھی نہیں۔ دیکھو یوحنا کی انجیل ۵/۱۹ و ۸/۲۸ کو میں

تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ بیٹا آپ سے کچھ بھی نہیں کر سکتا میں آپ سے کچھ نہیں کرتا مگر جو میرے باپ (یعنی خدا) نے مجھے سکھلایا میں وہ باتیں کرتا ہوں

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ آیا یہ الفاظ کیا قادر مطلق کے ہو سکتے ہیں جو دیر سچ ہیں۔ حضرت مسیح تو یہ فرماتے ہیں کہ میں سچ سچ کہتا ہوں (یا درکھو کہ سچ سچ کے معنے مکرر سہ کرر کے ہیں) کہ میں آپ کچھ بھی نہیں کر سکتا یعنی اگر کچھ کرونگا

گمان بھی کروں تو ناممکن ہے جیساکہ کسی نے کیا خوب عمدہ مصرعہ کہا۔
"ایں خیال است و محال است و جنوں" یعنی کہ میں تو کر سکتا ہی نہیں یہ کرنا تو صرف قادر مطلق کا کام ہے چونکہ میں نہیں کر سکتا پس یاد رکھو کہ میں قادر مطلق نہیں ہوں۔ میں صرف وہی کرتا ہوں جو خدا نے مجھے سکھایا وہی باتیں کرتا ہوں جو خدا نے سکھائی ہیں یعنی کہ میں سیکھا ہوا کرتا ہوں۔ اسجگہ یہ بھی معلوم کرنا خالی از فایدہ نہ ہوگا کہ مسیح نے کس جگہ یہ سب کچھ سیکھا تھا آیا آسمان سے سیکھ کر آئے تھے یا ۳۰ سال تک دنیا میں سیکھا تھا غالباً ۳۰ سال تک سیکھتے رہے ہونگے کیونکہ ۳۰ سال کے ہو کر آپ نے دعویٰ نبوت کیا تھا اُس سے پیشتر اُس ملک کے قانون کے مطابق نابالغ تھے۔ کیونکہ جب شیطان سے آزمائے گئے تھے یہ سیکھنے کے بعد امتحان دیا ہوگا۔ خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ ہر دو حالت میں خدا سے سیکھنے کے محتاج ہوئے یا نہ ہوئے؟

اگر انہیں الوہیت تھی اور وہ قادر مطلق تھے تو کیوں یہ نہ کہا کہ میری انسانیت نے میری الوہیت سے سیکھا ہے۔ اب اے میرے معزز ناظرین! میں اور کس طرح سے بتاؤں کہ آپ صرف ایک انسان تھے۔ میرے ناظرین جو روشن ضمیر ہیں یہ صاف فرمائینگے کہ خدا بھی کبھی کسی سے سیکھنے کا محتاج ہوا ہے پھر بھی عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ اُنمیں انسانیت اور الوہیت ہر دو تھیں کیا کبھی ایک میان میں دو تلواریں بھی ہوا کرتی ہیں۔ یہ تو ٹھیک وہ مثل ہے کہ تو مان نہ مان ہماری لگ رہی ہے۔ ہٹ دھرمی اِسکا نام نہیں تو اور کس کو کہتے ہیں۔ ترکی بہ ترکی جواب ملتے ہیں پھر بھی اپنی ضد پر قایم رہنا خدا کو کسطرح مُنہ دکھانا ہوگا۔

سویم وہ ہمہ دان بھی نہیں چنانچہ دیکھو مرقس کی انجیل ۱۳ اُس گھڑی کی بابت سوائے باپ (یعنی خدا) کے نہ فرشتے اور نہ بیٹا (یعنی مسیح)

کوئی نہیں جان سکتا۔ اُس گھڑی کی بابت یعنی یوم الحشر کی بابت سوائے خدا کے
نہ فرشتے جان سکتے ہیں اور نہ ہی مسیح۔ یعنی کہ اُس گھڑی کا علم سوائے خدا کی ذات
کے اور کسی کو بھی نہیں۔ اگر کوئی گمان بھی کرے تو ناممکن بلکہ ایک بیہودہ گمان
وہم ہے۔ پس جبحال کہ مسیح کو آئندہ گھڑی کا علم نہ تھا تو عیسائی صاحبان کے
واسطے بڑی وقت درپیش ہوگی جنکا ایمان یہ ہے کہ مسیح میں الوہیت اور
انسانیت ہر دو صفات موجود تھیں۔ وہ سوائے صلیب کے موقعہ کے مسیح کو الوہیت
سے خالی کسی اور وقت میں نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ صرف صلیب کے وقت
پر مسیح کی الوہیت انسے الگ تھی کیونکہ صرف انسان ہی صلیب دیا گیا تھا۔ لیکن آپ
اسوقت جبکہ حضرت مسیح تعلیم دے رہے ہیں اُسوقت تو وہ الوہیت سے
بموجب اُنکے ایمان کے خالی نہ تھے پس اُس گھڑی کا علم اے عیسائی صاحبان
اُنکو کیوں نہ ہوا۔ جبحال کہ آپ انہیں الوہیت کو مانتے ہو۔ پس آپکو اب
بڑی دقت درپیش ہے کہ اب کیا کروگے۔ ابجائے اِسکے کہ الوہیت سے
انکار کرو اور کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ آپکے ایمان کے خلاف ہے اب اپنے واسطے
کوئی اور سبیل نکالو تاکہ بچاؤ کی صورت ہو جاوے۔ اگر یونہی زبردستی سے کہتے
جاؤگے تو ہم لاچار ہیں اور اِس قسم کی زبردستی آپ ہی صاحبان کیواسطے
فِٹ ہے اور ہم جو خدا کی ذات کو پاک اور بغیر اقنوم کے مانتے ہمکو موزون نہیں
کہ ہم ذات الٰہی میں کچھ بھی ملاوٹ کریں۔

پس جبکہ حضرت مسیح اپنے واسطے ایسے ایسے الفاظ بیان کرتے ہیں جو صرف
انسان پر صادق آتے ہیں جیسے میں اور۔ مجھے اور میرا اور اپنا استعمال
کرتے ہیں جیسے کہ بار بار کہا میرا باپ مجھ سے بڑا۔ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا
پس الفاظ میں۔ اور میرا اور مجھ میں اپنی کل تخصیت کو جسکو ہم حضرت مسیح

کہتے ہیں) بیان کر دیتا ہے اور اپنے آپکو محض ایک شخص ثابت کرتا ہے تو یہ گمان جو عیسائی صاحبان کے دل میں ہے کہ اُس میں ہر دو صفات تھیں ایک بالکل الٰہی اور بے بتیا دو ہم نہیں تو اور کیا ہے جو خدا کے واحد کے ساتھ ایک واحد انسان مسیح کو دو جداگانہ اقنوم ایک جا میں منقسم کر دیتا ہے۔ عیسائی صاحبان یاد رکھو کہ یہ مسلہ کسی الہامی کتاب کا نہیں ہے اور نہ ہی اُنکے اپنے قول سے اور نہ ہی اُنکے رسولوں کے ایمان سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ صرف آپ صاحبان کی زبردستی ہے اور اپنی من گھڑت تاویلات سے کوتہ اندیشوں کو مغالطہ دینا ہے۔ روشن ضمیر آدمی جب اِن باتوں کی انتہا کو جان لیتا ہے وہ ضرور اِس سے گریز کرتا ہے۔ اگر مسلہ مذکور کو خیال کرو گے تو یہ مسلہ (معاذ اللہ) حضرت مسیح کو کہ اُنمیں ہر دو صفات تھیں دھوکا باز بناتا ہے۔ خیال کرو کہ اگر کوئی شخص کسی بات کو جانکر یہ کہے کہ مَیں اُسکو نہیں جانتا جسکو وہ درحقیقت جانتا تھا یعنی اگر مسیح الوہیت کے لحاظ سے اُس گھڑی کی بابت جانتے تھے تو انکار نہ کرتے اگر وہ جانتے تھے تو لاکلام اُنہوں نے لوگوں کو دھوکھا دیا۔ یعنی کہ اگر مسیح یہ کہتے کہ میری الوہیت جانتی ہے پر میری انسانیت نہیں جانتی (جیسے کہ عیسائی صاحبان کا ایمان ہے کہ اُنکی الوہیت جانتی تھی لیکن انسانیت نہیں جانتی تھی)، یہ تو ایسی بات ہے کہ اگر کوئی شخص کسی امر کو جانکر کہے کہ میں نہیں جانتا پھر اُسی کو جھوٹھ کے الزام سے بچنے کیواسطے یہ کہے کہ میرا جسم اس بات کو نہیں جانتا میری روح جانتی ہے یا یہ کہے میں اِس بوجھ کو نہیں اُٹھا سکتا جب لوگ حیرانی سے دیکھیں کہ کیا اُسکو ادھرنگ یعنی فالج یا کسی اَور کا مرض ہے تو وہ کہے میری روح بوجھ نہیں اُٹھا سکتی پر میرا جسم اُٹھا سکتا ہے تو ایسے شخص کی پاکیزگی اور صداقت باطنی کی نسبت آپ کیا کہیں گے

پس حضرت مسیح میں کسی صورت سے الوہیت نہ تھی اور نہ ہی وہ خدا کے اقنوم ثانی تھے۔ بلکہ صرف ایک بندہ اللہ کے تھے۔ پھر آپ صاحبان ذو معنے بتاویں تو آپکی مرضی۔ ہم مارتوں کے ہاتھ تو پکڑ سکتے ہیں بولتوں کی زبان ہمارے اختیار میں نہیں ہر شخص کو اپنا اپنا حساب خدا کو دینا ہے۔ ایک طور پر عیسائی صاحبان سچے ہیں کہ جو کچھ کہیں یا کریں انکو خوف مطلق نہیں کیونکہ انکے گناہوں کو لیکر مسیح صلیب پر چڑھ گیا ہے۔ اسواسطے انکو کوئی خوف و خطرہ نہیں خواہ کچھ ہی کیا کریں کوئی باز پرس نہیں اب جو کبھی انکو کسی امر پر ٹوکا ٹاکی ہوتی ہے وہ صرف اسلئے ہے کہ دنیا کے مہذب لوگ انگشت نمائی نہ کریں ورنہ کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں خواہ کوئی رنگ رنگا کریں دھو کھانہ کھاؤ خدا ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا پس یاد رکھنا کہ ان ساری باتوں کا جواب ایک روز دینا ہوگا وہاں پر بھیڑ اور بکری علیحدہ علیحدہ ہو جائینگی۔

اگر بالفرض مسیح اپنی الوہیت اور انسانیت میں امتیاز نہ کر دیتے تو انکا جامہ بشریت و تقاضائے انسانیت انکو انسان ثابت کر دیتا ہے (اللہ معاف کرے) اگر اللہ تعالےٰ اس جامہ میں نہاں یعنی پوشیدہ تھا تو لازم تھا کہ بتکرار و توضیح تمام اظہار الوہیت کیا جاتا تاکہ انکی ہیئت بشریت کے سننے اور دیکھنے والوں کے قیاس مخالف کا جو کہ انکے حق میں سننے اور دیکھنے والے رکھتے تھے ازالہ ہو جاتا۔

دیگر محض عقلی دلایل نفی الوہیت مسیح۔ بموجب عیسائیوں کے اعتقاد کے الوہیت اور انسانیت دونوں کے مجموعہ کا نام مسیح نہاں۔ اگر اس مجموعہ کو خدا کہا جاتا ہے تو لازم آتا ہے کہ خدا ایک مرکب چیز ٹھہرایا جاوے۔ اور خدا پاک ہے اس سے۔ کیونکہ ہر مرکب اپنے موجود ہونے میں اپنے ان اجزا کا ضرور محتاج ہے۔ جن اجزا سے وہ بنا ہے۔ اور محتاج ہونا یہ شان کبریائی سے بعید

ہے کیونکہ وہ تمام مجمع صفات کمال پاکیزہ میں نہایت کامل ہے اور وہ عیوب سے پاک اور مبرا ہے اور محتاجی سے بڑھکر اُس ذات مقدس کیواسطے اور کونسا ہلکا عیب ہوگا جو اُس ذات بیمثیل پر لایا جاوے۔ دوسرا اور اگر یوں کہا جاوے کہ ہم مجموعہ کو خدا نہیں کہتے ہیں بلکہ ہم صرف یوں کہتے ہیں کہ خدا ایک جزو ہے اور مسیح کی انسانیت دوسرا جزو ہے تو وہ خدا اس جزو انسانی میں سما گیا ہے تو اس صورت میں بھی ایک سو بڑا بھاری سخت نقصان لاحق ہوتا ہے کیونکہ جسوقت ہم جزو انسان کی تقسیم کریں گے تو لامحال جزو الوہیت کی بھی تقسیم ضروری ہو جاویگی۔ مثلاً سیر دودھ میں اگر ایک پاؤ شکر ڈالی جاوے اور وہ ہر دو بلکہ ایک ہو جاویں تو دودھ کی تقسیم سے یاد رکھو کہ شکر کی بھی تقسیم ہو جائیگی جیسا کہ وہ دودھ میں ڈالی گئی تھی اور تقسیم شان جسم اور حادث کی ہے اور جسم اور حدوث دونوں سے وہ ذات پاک اور منزہ ہے چونکہ وہ ذات اقدس قدیم ہے اور جز بننے اور تقسیم ہونے سے لازم آتا ہے کہ وہ قدیم نہ رہے۔

دوسرا نقصان اس صورت میں یہ ہے کہ جزو الوہیت کو جزو انسانیت احاطہ کر لیوے جیسے دودھ نے شکر کا احاطہ کر لیا ہے اور جو چیز احاطہ میں آجاتی ہے اُسکی ابتدا اور انتہا نکل سکتی ہے اور ابتدا اور انتہا کا نکلنا اول تو الوہیت کا کچھ بقیہ ہی نہیں چھوڑتا ہے۔ علاوہ بریں یہ بھی لازم آتا ہے کہ خدا اگر جامہ انسانیت مسیح میں جیسے شکر دودھ میں سب کی سب سما گئی ہے اور دیگر جگہ سے معدوم ہو گئی ہے۔ اسی طرح سے (معاذ اللہ) خدا کا مسیح میں ہو کر سارے عالم سے معدوم ہونا لازم آتا ہے اور معدوم ہونا ذات خداوند سے بعید ہے جسکو ہمارے عیسائی صاحبان بڑے ناز سے کہا کرتے ہیں کہ مسیح میں ہر دو صفات الوہیت و انسانیت موجود تھیں۔ واہ صاحب! یہ اُس تقسیم کی بات ہے

کہ تمام الوہیت کا سما جانا مسیح میں فرض کرلیا جاوے۔ اور اگر یوں کہا جاوے
کہ مسیح میں تمام الوہیت نہ تھی بلکہ کچھ حصہ تھا تو یہ لازم آتا ہے کہ الوہیت کی تقسیم
جسم کی تقسیم سے پہلے ہی ہوگئی تھی۔ یہ تو بہت اچھی بات ہوئی کہ ہمکو جسم
کی تقسیم کرنیکی ضرورت ہی نہ پڑی نیز اگر عیسائی صاحبان یہ کہیں کہ الوہیت
کا جزو انسانیت میں ایسا نہیں ہے جیسے شکر کا دودھ میں سما جانا بلکہ ایک
تعلق ہے جیسے شے موجودہ کی اور صفات ہوا کرتی ہیں مثلاً زید موجود
کی یہ صفت ہے کہ وہ مسمات ہیٹی کا باپ ہے تو بیشک باپ ہونیکا اور بیٹے
ہونیکا حلول اس قسم کا نہیں ہے کہ اگر مسمیٰ زید کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جاویں
تو لازم نہیں آتا ہے باپ کے ٹکڑے ہوجاویں اور باپ پنے میں نقصان
آوے اسطرح سے مثلاً اگر ہیٹی کو گھسیٹا جاوے اور اسکی کمر وغیرہ چھل جاوے
تو لازم نہیں آتا ہے کہ اسکی کمر کے چھلنے سے اسکے بیٹی پنے میں کچھ نقصان
آجاوے وہ تو بیٹی کی بیٹی ہی رہیگی تو اے صاحبان ہم آپ سے اسوقت
یہ پوچھتے ہیں کہ باپ ہونا اور بیٹی ہونا کیا یہ اقسام صفات شے موجودہ سے
نہیں ہے نہیں نہیں بلکہ مثل دیگر صفات کے یہ بھی ایک صفت ہے اور صفت کا
درجہ شے موجودہ کے بعد ہوا کرتا ہے جسکا درجہ بعد میں ہوا کرتا ہے وہ موجودہ
چیز کے جزو بننے کی قابلیت نہیں رکھتا ہے۔ کیونکہ جزو کا درجہ اُس شے
کے موجود ہونے کے بھی پیشتر کا درجہ ہے جیسے اینٹوں کا وجود دیوار کے
وجود سے بھی مقدم ہے کیونکہ دیوار کا وجود اینٹوں کے موجود ہونے کے
پیشتر نہیں بن سکتا غرض بہر صورت جزو کا درجہ پہلے ہوتا ہے اور کل اور
مجموعہ کا درجہ جیسے دیوار اسکا درجہ بعد میں ہوتا ہے اور جب دیوار موجود
ہوگئی تو اب اسکو صفات مثل مسدس۔ مربع۔ مستطیل وغیرہ کے لاحق ہونگی

تو آپ خوب غور کر سکتے ہیں کہ مربع ہونا اور مستطیل وغیرہ ہونا دیوار کے موجود کرنے میں ہرگز دخل نہیں رکھ سکتے ہیں کیونکہ یہ صفات مابعد کی ہیں اسیطرح سے باپ ہونا اور بیٹی ہونا بھی اُسی قسم کی مثل مربع وغیرہ کے صفات ہے تو پھر بھلا باپ ہونا اور بیٹی ہونا زید کے وجود کا ہرگز ہرگز جزو نہیں بن سکتا ہے بلکہ اُس کے جزو اسوقت تین چیزیں ہیں ارواح یا اخلاط یا اعضا۔ باپ ہونے یا بیٹی ہونے کا کہیں ذکر نہیں۔ اسیطرح حضرت مسیح میں اگر تعلق اس قسم کا ہے اُس تعلق کو یوں کہنا چاہیئے یہ الوہیت مسیح کا جزو نہیں اور مسیح الوہیت اور انسانیت کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ مسیح روح اور انسانیت کے مجموعہ کا نام ہے اور خداوند کی فیض اُن پر بعد اُنکے مجموعہ بننے کے فائض ہوا ہے کیونکہ وہ خدا کے مقبول بندہ تھے تو اسطرح کا فیضان ہونی پر ہوا ہے اِس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ الوہیت حضرت مسیح میں گھس گئی تھی اور جزو بن گئی تھی۔ اے افسوس پھر یوں صاف کیوں نہیں کہتے کہ اُنپر خدا کا فیض ہوا ہے جیسے اور انبیاء پر ہوا کرتا تھا۔ اگر یوں کہا جاوے کہ ہم جزو اور مجموعہ کو خدا نہیں کہتے ہیں تا کہ محال مذکورہ لازم آوے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مسیح موجود کو مثل اور صفات کے الوہیت اگر چمٹ گئی تھی (بھوت کیطرح سے) تو سبحان اللہ یہ تو وہ مثل ہوئی کہ بارش کی بوندوں سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے آ کھڑا ہوا کیونکہ تم کیا اتنا نہیں جانتے موصوف کا وجود صفات کے وجود کو قائم کرتا ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مسیح نے خدا کو خدا بنایا پس اس صورت میں تو مسیح خدا کے بھی خدا ٹھہرے۔

اب میں اپنے ناظرین کیخاطر یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ حضرت مسیح میں ہرگز ہرگز الوہیت نہیں ہے جو کہ دین عیسوی کا بڑا بھاری اصول ہے اور اسی پر نجات عیسائی صاحبان کی موقوف ہے یہ تو غلط ثابت ہو گیا تو اُس مذہب کی رو سے

وہاں پر نجات کا ہونا ہی ناممکن ہے۔ پس میں جو کہ طالب نجات ہوں یہنے اپنی نجات کیواسطے دین الٰہی یعنی حضرت محمد رسول اللہ کو اپنا شفیع اور ہر ایک مومن کا دربانی مانکر قبول کرلیا ہے۔

دوسرا حصہ۔ اب ہم اپنے عنان قلم کو دوسرے پہلو کیطرف پھیر ینگے تاکہ اپنے ناظرین کو ایک عجیب تعلیم عیسائی کتابوں سے دکھاویں۔ آپ پیارے ناظرین اب ذرا حالات ذیل کو بھی دیکھنا۔ امید ہے کہ اس عاجز کی محنت سے آپکو فایدہ ہوگا اگر فایدہ نہیں تو نقصان بھی کسی صورت سے نہیں ہوگا۔

(۱) یہ کہ علاوہ مسیح کے خدا کے اور بھی بہت سے بیٹے تھے اور وہ بیٹے جو تھے وہ کس قسم کے تھے یہ فیصلہ ہم اپنے ناظرین پر چھوڑ ینگے (۲) دوسرا یہ کہ حضرت مسیح نے آیا شیطان کا حکم مانا ہے یا نہیں اور یہ بھی کہ اس حکم کی تعمیل کے واسطے کچھ خدا کی بھی رائے ہے یا نہیں اور یہ کہ شیطان کی طاقت کہاں تک ہے۔ (۳) خدا کا فریبی ہونا اور دوسروں کو فریب دینا (۴) خدا کا اپنے حکم سے آپ لوگوں کو ہٹانا کہ تعمیل حکم نہ کریں پھر انکو سزا دینا (۵) خدا کا بیگناہ کو سزا دینا محض شیطان کا کہا مانکر (۶) خدا ایک گناہ کے بدلے اور بہت سے گناہ آپ کروانا (۷) خدا نیکو اور بدوں میں تمیز نہ کرکے جسکو دل چاہے پیار کرنا خواہ وہ بُرا ہی کیوں نہ ہووے یعنے کہ نیکی اور بدی کا لحاظ نہیں بلکہ اُسکا پیار اپنی مرضی پر موقوف ہے نیک اور بد کا یہاں پر کچھ پاس لحاظ نہیں۔

(۱) خدا کے علاوہ مسیح کے اور بھی بیٹے ہیں۔ دیکھو پیدائش کی کتاب جو توریت موسیٰ کی کتاب کی پہلی جلد ہے ۶ اور ۲ جب روئے زمین پر آدمی بہت ہو گئے اور اُنسے بیٹیاں پیدا ہوئیں تو خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وے خوبصورت ہیں اور اُن سبھوں میں سے جسے جو پسند آئیں اپنے لئے جوروآں کیں۔

اب دیکھئے کہ اول تو یہ بات ہے کہ عیسائی جو کہ حضرت مسیح کو جسکو اب ۱۹۰۰ سال ہوئے بیٹا بناتے ہیں حالانکہ کئی ہزار سال پہلے سے خدا کے بہت سے بیٹے دنیا میں چلے آئے ہیں پس مسیح کے لئے بیٹا ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں کیونکہ لکھو کھا بیٹے مسیح سے آگے ہو چکے ہیں اب دیکھنا ہے کہ وہ بیٹے کرتے کیا ہیں۔ آدمی کی بیٹیوں کو لیتے ہیں اور جورئیں بناتے ہیں جسکے باعث خدا کا قہر نازل ہو کر نوح نبی کے وقت طوفان سے معہ اپنی جوروں کے برباد کئے جاتے ہیں۔ بیچاری آدمی کی بیٹیوں کا کیا قصور تھا یہ تو صاف بات ہے کہ دنیا کے زبردست لوگ اگر کسی غریب کی لڑکی کو جبراً لے لیویں تو اسکا کیا بس چلتا ہے بھلا خدا کے بیٹوں کا مقابلہ آدمی بیچارے کیا کرتے یہ تو خدا کے ہی ہٹانے سے ہٹتے یا نہ ہٹتے دنیا میں اگر کوئی بادشاہ یا حاکم کا لڑکا کچھ ناشائستہ حرکت کرے تو اسکو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا خیر اگر بادشاہ انصاف پسند ہو تو اپنے لڑکے کو ایسی ایسی حرکات سے باز رکھ لیتا ہے نہ کہ غریب کی لڑکی کو مارتا ہے جیسے کہ طوفان کے وقت ان بیٹوں کے ساتھ آدمی کی بیٹیاں بھی خدا نے ماردیں معلوم ہوتا ہے کہ صرف خدا کے لڑکے ہی لڑکے تھے اگر انکی اپنی نسل میں لڑکیاں ہوتیں تو غالباً وہ ایسا نہ کرتے معلوم نہیں کہ وہ کس قسم کے بیٹے تھے اسجگہ عیسائی صاحبان بیٹوں سے مراد سیت یعنے شیث کی اولاد سے لیتے ہیں۔ خیر اگر یونہی ہے تو شیث کا نسب نامہ حضرت نوح سے ملتا ہے یعنی کہ اس حساب سے نوح بھی خدا کے بیٹے تھے۔ کیونکہ اگر شیث کی اولاد خدا کے بیٹے مانے جاویں اور قائن یعنے قابیل کی اولاد آدم کی بیٹیاں تو حضرت نوح ضرور خدا کے بیٹے ہوئے۔ کیونکہ وہ سیت کی نسل تھے اور وہ آدم ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔ اب جو موجودہ دنیا ہے وہ نوح ہی کی اولاد ہے پس اسی قاعدہ کی رو سے تمام بنی آدم خدا کے بیٹے بیٹیاں ثابت ہوئے یا نہ ہوئے۔

پھر دیکھو پیدائش کی کتاب ۴۴ کو تب فرعون کو یوں کہو کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے۔ اے ناظرین اسرائیل حضرت یعقوب کی اولاد سے مراد ہے جو کہ اُسوقت مصر میں کئی لاکھ تھے اور یہ پلوٹھے کا حق حضرت یعقوب کی نسل کو حضرت نوح کے بہت مدت بعد ملا۔ اب یہاں پر کیا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے آگے کتنے ہی بیٹے تھے پھر بھی خدا اب محض اسرائیل کو پلوٹھا یعنے پہلا بیٹا بتاتا ہے حالانکہ اسرائیل کا نمبر اگر گنتی میں لایا جاوے تو کروڑہا نمبر ہونے پیچھے نکلیگا اب مسیح اکلوتا کہا جاتا ہے ہمارا ضمیر اس قسم کی تعلیم کے ماننے کے واسطے قاصر ہے اب عیسائی صاحبان حضرت مسیح کو بیٹا بیٹا کر کے پکارتے ہیں۔ ہم یہ پوچھتے ہیں۔ حضرت نوح کے وقت بیٹے تھے پھر قوم اسرائیل بیٹا بنی اب حضرت مسیح کو آپ اکلوتا بیٹا فرماتے ہو یعنی کہ ایک ہی ہے دوسرا کوئی نہیں حالانکہ بیٹے قاعدہ کے رو سے تمام جہان کو بیٹا ثابت کر دکھایا ہے آپ کس حساب سے حضرت مسیح کو اکلوتا بیٹا کہتے ہو اور نیز حضرت مسیح نے اپنے پیروؤں کو اپنے بھائی اور خدا کے بیٹے اور بیٹیاں کہا ہے جیسا کہ آپ صاحبان کہتے ہیں کہ ہم مسیح میں ہو کر خدا کے منہ بولے بیٹے بیٹیاں ہیں۔ آپ منہ بولے کیوں بنتے ہو حالانکہ خدا نے آپکو تو صاف نوح کی اولاد ہونے کے لحاظ سے اپنے اصلی بیٹے اور بیٹیاں کہا ہے اِس اصل حق کو چھوڑ کر منہ بولے آپ کیوں بنتے ہو پس اگر مسیح آدم کے نسل کے لحاظ سے آپکو بیٹا منظور نہیں تو آپ ہی فرمایئے کہ وہ خدا کے اور تیسری کونسی قسم کے بیٹے تھے یعنی دو قسم کے تو اوپر ثابت ہو گئے تیسرے یہ ہیں انکی قسم دریافت کرنا ضروری ہے کہ وہ کس قسم کے بیٹے تھے نوح کے وقت کے بیٹے تو سیت کی اولاد ہوئے۔ موسےٰ کے وقت اسرائیل خدا کے بیٹے ہوئے پس ہمکو اس بات کا شوق کہ مسیح کی بابت آپ بتاویں

کہ وہ کیسے بیٹے ہیں ہم تو انکو بالکل محض آدم کی نسل ہیں سے جانتے ہیں۔

(۲) یہ کہ حضرت مسیح نے شیطان کے حکم کی تعمیل کی ہے کہ نہیں اور اس تعمیل حکم میں خدا کی بھی کچھ رائے پائی جاتی ہے یا کہ نہیں اور یہ کہ شیطان کی طاقت کہاں تک ہے۔ چنانچہ دیکھو متی کی انجیل ۴ باب ۱ سے ۹ تک ہیں اپنے ناظرین کی خاطر تمام عبارت لکھتا ہوں۔ یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا تاکہ شیطان اُسے آزمائے اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا آخر کو بھوکھا ہوا تب آزمائش کرنیوالے نے اُس پاس آکر کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ یہ پتھر روٹی بنجائے۔ اُسنے جواب میں کہا کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے جیتا ہے۔ تب شیطان اُس کو مقدس شہر میں اپنے ساتھ لے گیا اور ہیکل کے کنگورے پر کھڑا کر کے اُس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ لکھا کہ وہ تیرے لئے اپنے فرشتوں کو حکم کریگا اور وے تجھکو ہاتھوں ہاتھ اوٹھا لیوینگے ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے یسوع نے اُسے کہا کہ یہ بھی لکھا کہ تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما۔ پھر شیطان اُسکو ایک اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دُنیا کی ساری بادشاہتیں اور اُنکی ساری شان شوکتیں اُسے دکھائیں اور اُسے کہا کہ اگر تو مجھکو سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھ سے لونگا۔ یسوع نے اُسے کہا کہ اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرنا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا حضرت مسیح نے شیطان کا حکم مانا یا نہیں ہے۔ دیکھو پہلے سوال کے بعد جبکہ حضرت مسیح مقدس شہر یعنے یروشلم میں گئے اور شہر تک ہی کفایت نہیں کی بلکہ ہیکل یعنے بیت المقدس کے کنگورے پر چلے گئے۔ کون لے گیا تھا؟ صاف لکھا ہے کہ شیطان اُنکو لے گیا تھا عیسائی صاحبان کہتے

بس کہ مسیح امتحان میں پاس ہوگیا۔ ذرا کامیابی کیطرف دیکھنا کہ شیطان کا کہا مانکر آپ اُسکے ساتھ شہر کو چلدیئے پھر جیسے کوئی کسی کے حکم کا پابند ہوتا ہے ہیکل کے کنگورے پر بھی چڑھ گئے۔ اے صاحبان کیا یہ تعمیل حکم نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم جو گنہگار انسان ہیں اپنے بچوں کو ہمیشہ بدی تو درکنار بدی کی صورت سے بچنے کی تعلیم دیتے ہیں حضرت مسیح تو خدا کے بیٹے ہوکر یا اقنوم ثانی ہوکر فوراً شیطان کے ساتھ سیر کو چلدیئے پس اگر وہ عالم الغیب تھے تو شیطان کے ساتھ چلنا ہی نہ تھا حکم کا ماننا یا ہیکل پر سے گرنا یا نہ گرنا تو درکنار اُس مردود کے ساتھ چلنا ہی صاف شیطان کا کہنا مان لینا ہے پھر اب بھی حضرت مسیح کو یہ سوچ نہ پڑی کہ اب بھی اُس سے الگ ہوجاؤں بلکہ پہاڑ پر بھی چڑھ گئے وہ تو یعنی شیطان ایسا کہ گویا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بڑا آدمی چھوٹے بچہ کو اُنگلی لگاکر ساتھ لے چلتا ہے۔ حضرت مسیح کو وہ ساتھ لیگیا۔ پس یہ دوسری تعمیل حکم ہوئی یا نہ ہوئی؟ بھلا خدا تو درکنار خدا کے بندوں کا شیطان کے ساتھ چلنا ہی بڑا غضب ہے حضرت مسیح بموجب عیسائیوں کے قول کے خدا ہوکر شیطان کے ہمراہ ہولئے۔ اگر ذرا سوچو تو دراصل مسیح یعنی بیٹے کا بھی اس میں گناہ کیا ہے وہ تو آپ ہی روح کی ہدایت سے خدا یعنی باپ نے بیابان میں بھیجے تھے تاکہ شیطان اُسکو آزمائے اِدہر سے اپنے بیٹے کو خدا نے بھیجدیا اُدہر سے شیطان کو جا کہا ہوگا کیونکہ یہ انتظام خدا کا اپنا تھا بہرحال کہ خدا آپ سے آپ شیطان سے اُسکو آزماتا تھا تو مسیح کا شیطان کا کہا مان کر ساتھ ہو لینا چنداں سنگین گناہ نہیں پھر ذرا شیطان کے الفاظ جو تیسرے سوال میں ہیں دیکھنا کہ کیا ہے کہ اگر تو گر کر مجھکو سجدہ کرے تو یہ تمام دنیا کی بادشاہتیں اور یہ اُنکی شان شوکتوں کے مجھکو دونگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام دنیا کا مالک صرف شیطان ہی ہے کیونکہ ایک سجدہ میں سب کچھ دینے کا مقدور ثابت

کرتا ہے اگر ایسا نہیں تو مسیح نے اسکو کم سے کم اتنا تو کہا ہوتا ارے نابکار تو دنیا یا اسکی بادشاہتوں اور شان شوکتوں کا کیا لگتا اور تیرا مقدور کیا ہے کہ کسی کو ایک درخت کی ٹہنی بھی دیوے یہ تو سب کچھ میرا ہے یا اور نہ ہی اتنا تو انسانیت کے لحاظ سے کہا ہوتا یہ سب کچھ خدا کا ہے اور شان شوکتیں اور بادشاہتیں صرف خدا کی ہیں الوہیت کے لحاظ سے یوں کہتے دنیا اور اسکی معموری یہ باپ کی ہے یا خدا کی ہے یا میری ہے تو کون پاجی ہے کہ کسی کو کچھ دیوے۔ حضرت مسیح تو ایسے خاموش رہے جس سے صاف ثابت کر دیا کہ اس دنیا کا مالک صرف شیطان ہی ہے جسکے ہاتھ میں سب دنیا کی شان و شوکتیں ہیں پس بموجب بیان مذکورہ بالا کے اللہ میاں تو یونہی صرف مفت میں لوگوں سے سجدے ہی کرواتے والے رہے نہ کچھ واسطہ ہے نہ اختیار ہے ارے توبہ میری کبھی ایسا بھی اندھیر ہوا ہے اور اس نابکار مردود کا کیا حق ہے کہ سوائے اسکے کہ وہ نکما لوگوں کو بہکاتا پھرے۔ اب اے ناظرین مذکورہ بالا حالات کو میں آپ ہی کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔

(۳) یہ کہ خدا فریب دیتا اور فریب کرواتا ہے۔ چنانچہ دیکھو اسلاطیس ۲۲ ا ۲۳ تک میں حرف ۱۹۔ آیت سے ۲۳ تک نقل کرونگا وہ یہ ہے۔

پھر اُسنے (یعنی میکایاہ نے) کہا کہ اسلئے تم خداوند کے سخن کو سنو میں نے خداوند
کو اُسکی کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اور آسمانی سارا لشکر اُس پاس اُسکے دہنے ہاتھ
اور اُسکے بائیں ہاتھ کھڑا تھا اور خداوند نے فرمایا۔ اخی آب کو (یہ ایک بادشاہ
تھا) کون ترغیب دیگا تاکہ وہ چڑھ جاوے اور رامات جلعاد کے سامنے کھیت
آوے (یعنی مارا جاوے) تب ایک اِسطرح سے بولا اور ایک اُس طرح سے
اُسوقت ایک روح نکل کے خداوند کے سامنے آکھڑی ہوئی اور بولی کہ میں اُسے
ترغیب دونگی۔ پھر خداوند نے فرمایا کہ کسطرح سے وہ بولی میں روانہ ہونگی اور جھوٹی

روح بنکے اُسکے سارے نبیوں کے منھ میں پڑونگی اور وہ بولا تو ترغیب دے گی
اور غالب بھی ہوگی روانہ ہوا اور ایسا کر سو دیکھ خداوند نے تیرے اِن سب نبیوں
کے منھ میں جھوٹھی روح ڈالی ہے اور خداوند ہی نے تیری بابت بُری خبر دی ہے

اے ناظرین ذرا خیال کرنا کہ خداوند ایک بادشاہ کو معہ اُسکی فوج کے کس ترکیب سے مرواتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اللہ میاں کو وہ فریب بھی نہ سوجھا بلکہ ایک روح نے کہا کہ میں یوں کرونگی تب آپنے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے یعنے کہ ہم میں سے کسی کو یہ بات نہ سوجھی تھی تو دانا ہے پس روانہ ہو اور ایسا کر۔ دیکھنا کہ کیا خدا کی شان اس بات کو قبول کرتی ہے کہ آسمان پر ایسی ایسی مشورتیں ہوا کریں کہ لوگوں کو فریب دیا جاوے اور وہ پھر بادشاہ کو فریب دیوے۔ یہ نبی جنکو جھوٹی روح نے فریب دیا تھا جو خدا کیطرف سے اُنکے پاس آئی تھی عنقریب ۴۰۰ اشخاص تھے۔ کیا عجب تعلیم ہے کہ خدا بھی روحوں کو روانہ کرتا ہے تاکہ لوگوں سے جھوٹھ بلوایا کرے اور ایک بادشاہ کو لڑائی میں روانہ کروائے تاکہ وہ وہاں پر مارا جاوے۔ اگر اخی آب بُرا تھا تو خدا تعالی اُسکو کسی اور طرح سے بدنی سزا آپ نہیں دے سکتا تھا تاکہ لوگوں کو عبرت ہوتی خدا کو بھلا کیا ضرورت ہے کہ روح کو روانہ کرے۔ اور وہ جاکر لوگوں کو جھوٹھ بلوائے پھر جبحال کہ آپ خدا نے اُن ۴۰۰ سے جھوٹھ بلوایا تو اُنکا کیا قصور ہے۔ اس سے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا آپ فریب دیتا اور دلواتا ہے۔ غضب کی بات ہے کہ خدا کا دربار نہ ہوا بلکہ اکبر بادشاہ کا یا اور کسی بادشاہ کا دربار ہوا جو اپنے امرا اور وزرا کی صلاح اور مشورت کے محتاج ہوا کرتے ہیں یعنے کہ اگر کوئی باغی ہو جاوے تو اکثر بادشاہ کہا کرتے ہیں کہ یہ پان کا بیڑا پڑا ہے جسکے ساتھ اِتنا انعام ہے کہ جو فلاں شخص کے مقابلہ پر جاویگا اور فتح پاویگا ہم اُسکو یہ دیں گے یا کوئی صلاح دو کہ اُسکو کسطرح سے زیر کیا جاوے کیا ایسی ایسی

باتیں قادر مطلق خدا کی شان کے شایان ہو سکتی ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں ہمارا ضمیر اِس قسم کی تعلیم کے ماننے سے گریز کرتا ہے ہم تو خدا کیواسطے یہ الفاظ جانتے ہیں کہ خداوند عالم کی شان پاک ہے اِس سے کہ وہ اُن کاموں میں دھوکا دینے کیواسطے نہایت ناطاقت چیزوں سے مشورہ یا مدد لے۔

(۴) خدا کا اپنے حکم سے آپ لوگوں کو روکنا کہ تعمیل حکم نہ کریں پھر اُنکو مارنا۔

چنانچہ دیکھو خروج کی کتاب ۳ باب سے ۱۵ باب تک جسکا مختصر احوال اول ہم ہدیہ ناظرین کرینگے۔ یہ حال اسطرح سے ہے کہ جب قوم اسرائیل ملک مصر میں غلام تھی تو حضرت موسیٰ کو خدا حریب کے پہاڑ پر نظر آیا اور اُسکو حکم دیا کہ تو فرعون کے پاس جا اور اُسکی غلامی سے میری قوم اسرائیل کو چھوڑا کر لے آ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کو ساتھ اچنبھوں اور معجزوں کے خدا نے ملک مصر میں فرعون کے پاس روانہ کیا۔ ساتھ ہی یہ کہدیا کہ فرعون تم کو جانے نہ دیگا کیونکہ میں آپ اُسکے دل کو سخت کر دونگا تاکہ وہ تیری بات نہ مانے چنانچہ میں وہ حوالہ جات بجنسہ اپنے ناظرین کیواسطے قلمبند کرتا ہوں۔ خدا نے موسیٰ کو کہا کہ تو فرعون سے جا کر کہہ کہ میرے بیٹے اسرائیل کو جانے دے کہ اسرائیل میرا بیٹا ہے بلکہ پلوٹھا بیٹا ہے اِسکو جانے دے اگر جانے نہ دیگا تو میں تیرے پلوٹھے کو مار دونگا وغیرہ وغیرہ۔

دیکھو خروج کی کتاب $\frac{۴}{۲۱}$ میں فرعون کے دل کو سخت کر دونگا۔ پھر خروج $\frac{۳}{۱۳}$ اُسنے (یعنے خدا نے) فرعون کے دل کو سخت کر دیا۔ پھر خروج $\frac{۹}{۱۲}$ خداوند نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا جیسے کہ خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا اُسنے اُنکی نہ سُنی۔ اِن آیات مذکورہ بالا کا فیصلہ اگر میں اپنے عقلمند ناظرین پر چھوڑ دوں تو اسکا فیصلہ وہ بہت ہی عمدہ طور سے آپ ہی کرینگے تاہم میں تھوڑا سا عرض کر دیتا ہوں۔ آپ دیکھئے بیچارہ فرعون سنتا گیا خاک جب حال کہ آپ ہی خدا نے

اُسکے دل کو سخت کر دیا بھلا اگر فرعون بُرا ہی تھا تو اُسکو جو سزا دینی تھی خدا
اپنی مرضی سے دیتا لیکن خدا نے قبل از ابتدا اُسکا دل آپ کس واسطے سخت کر دیا تھا
کہ وہ اُسکی راہوں سے باغی ہووے اور خدا کے نبی حضرت موسیٰ کی شکست ہو یہ
کیا شوق ہے یہ تو اورنگ زیب بادشاہ اور تانا شاہ نواب حیدر آباد دکن والا
معاملہ ہوا ہے کہ تانا شاہ بیچارہ چنگا بھلا اورنگ زیب کو خراج دیا کرتا تھا اورنگ زیب
کو لڑائی کا شوق جو کودا تو ایک وزیر کو بلا کر کہا کہ تم تانا شاہ پاس جاکر فلاں الماس
طلب کرو۔ خفیہ سمجھا دیا تمکو فقط اِسواسطے روانہ کیا جاتا ہے کہ تم وہاں پر جاکر
تانا شاہ کو سخت سُست الفاظ کہنا جسکا وہ متحمل نہ ہو سکے تاکہ کوئی صورت بگاڑ
کی بن آوے اور لڑائی شروع ہو جاوے۔ بھلا خدا کو کیا شوق تھا کہ ایک آدمی کا
دل آپ سے آپ سخت کرے اور پھر اپنے معجزات وہاں پر دکھاوے اور اپنی طاقت
کو لوگوں پر ظاہر کرے کہ میں بھی بڑا زور والا ہوں۔ کیا خدا کے سامنے کسی کی
مجال ہے کہ چون و چرا کرے اگر کوئی کرتا ہے تو مُنہ کی کھاتا ہے لیکن خدا آپ سے
کسی کا دل اُسکو برباد کرنے کی خاطر کیوں سخت کرتا ہے۔ پھر دیکھو کہ خدا نے اِسپر
بھی کفایت نہیں کی۔ دیکھو خروج ۱۰/۱ پھر خداوند نے موسیٰ کو کہا کہ فرعون پاس
جا کہ میں نے اُسکے دل کو اور اُسکے نوکروں کے دلوں کو سخت کر دیا ہے۔ چہ
خوش یک شد دو شد کہ کہیں ایسا نہ ہووے گا اُس قسمت کے مارے کو نوکر ہی
سمجھا دیویں تاکہ وہ تائب ہو کر بچ نہ جاوے۔ ہائے غضب کیا اندھیر ہے۔ اے
یارو کبھی خدا کی شان بھی اِسکو قبول کرتی ہے ہمکو اِس میں کلام نہیں کہ فرعون
اچھا تھا یا بُرا پر خدا کو کیا ضرورت تھی کہ وہ اُسکا اور اُسکے نوکروں کا دل
سخت کرتا۔ اگر فرعون کا اپنا دل سخت ہوتا اور خدا اُسکے دل کو سخت نہ کرتا
تو خدا نے جو سزا اُسکو اور اُس کے ملک کو دی تھی ہمکو اُس میں کچھ کلام نہ تھا

ہم تو خدا پر ایسے ایسے بہتان لگانے سے ڈرتے ہیں ہم تو جانتے ہیں کہ خدا کا خاصہ اور مرضی یہ ہے کہ ہر شخص اپنی بدی سے باز آوے اور توبہ کرے اور جیتا رہے پر ہم کیا کریں عیسائی صاحبان کی کتابوں سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر دیکھو کہ خدا نے جو ملک مصر میں کیا وہ کوئی مستثنےٰ بات نہیں بلکہ خدا کی عادت ہی ایسی معلوم ہوتی ہے چنانچہ موسیٰ کی پانچویں کتاب نام استثنا ۲/۳۰ کو دیکھو لیکن حسبون کے بادشاہ سیحون نے ہمکو اپنے یہاں سے گذرنے نہ دیا کیونکہ خداوند تیرے خدا نے اُسکا مزاج کڑا کر دیا اور اُسکے دل کو سخت کیا تاکہ اُسے تیرے ہاتھ میں دیوے جیسا کہ آج ہے۔ اب ایک اور بادشاہ کا دل سخت کر دیا اور اُسکی مزاج کو کڑا کر دیا تاکہ وہ قوم اسرائیل کو اپنے ملک سے گذرنے نہ دیوے تاکہ ملک اُس سے خدا لیکر اسرائیل کو دیوے کیا عجب تماشہ ہے۔ یارو اگر وہ قسمت کا مارا بُرا تھا تو خدا نے اُسکا ملک چھین لیا پکھ عیب نہیں پر خدا کو یہ کیا سوجھ پڑتی ہے کہ چنگے بھلوں کے دل کو سخت کر دیتا ہے اور کڑی بنا دیتا ہے یہ تو عام انصاف پسند آدمی بھی روا نہیں رکھتا چہ جائیکہ خدا کی ذات پاک اِسکو جائز رکھے۔ ہمکو کوئی ضرورت نہیں کہ اِس قسم کی اندھی تعلیم کو مانا کریں۔ پھر سہ پارہ دیکھو۔ یشوع نبی کی کتاب ۱۱/۲۰ کیونکہ یہ خداوند کی طرف سے تھا کہ اُنکے دل سخت ہو گئے تھے۔ پھر بیچارے یسعیاہ نبی کی پکار سنو۔ دیکھو یسعیاہ نبی کی کتاب ۶۳/۱۷ کو اے خداوند تو کیوں تو نے ہمیں اپنی راہوں سے گمراہ کیا کیوں تو نے ہمارے دل کو سخت کر دیا کہ تجھ سے نہ ڈریں۔ اب ہم اپنے ناظرین پر انصاف چھوڑتے ہیں کہ یہ کیسا خدا ہے اور اُسکی کیسی تعلیم ہے۔

(۵) خدا کا بیگناہ کو سزا دینا محض شیطان کا کہنا ماننا۔ چنانچہ دیکھو حضرت ایوب کی کتاب ایوب صابر کا قصہ جو ہر ایک اہل کتاب کی یاد سے بعید نہ ہوگا۔

چنانچہ میں اُسکا مختصر حال لکھتا ہوں کہ جو کتاب کے شروع سے شروع ہوتا ہے کہ
ایک شخص ایوب نامی تھا جو عوض کی سرزمین رہتا تھا۔ وہ شخص کامل اور صادق
اور خدا سے ڈرتا تھا اور بدی سے دُور رہتا تھا اُسکے سات بیٹے تین بیٹیاں پیدا
ہوئیں۔ اُسکے مال یہ ہیں ۷۰۰۰ بھیڑیں ۳۰۰۰ ہزار اونٹ ۵۰۰ ہزار ایل ۵۰۰ گدھیاں
تھیں نوکر چاکر بہت تھے ایسا کہ اہل مشرق میں ایسا مالدار کوئی نہ تھا۔ ایک دفعہ شیطان
خدا کے حضور گیا چنانچہ دیکھو ایوب کی کتاب پہلا شیطان خدا کے پاس گیا تب خدا
نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے۔ (اسجگہ خدا کے عالم الغیب ہونے پر بھی
حرف آتا ہے یعنی خدا نہیں جانتا کہ شیطان کہاں سے آیا) شیطان نے خدا کو جواب
دیا اور کہا کہ زمین کے اِدھر اُدھر سے پھر کے اور اُس میں سیر کر کے آیا ہوں
(اسجگہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کبھی کبھی خدا کے حضور بھی گفتگو کرنے
جایا کرتا ہے تو یہ تو بہ جسکو مردود کیا ہوا ہے) پھر خداوند نے شیطان سے کہا کہ کیا
تو نے میرے بندے ایوب کا حال غور کیا کہ زمین پر اُس سا کوئی شخص نہیں ہے وہ
کامل اور صادق اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے۔ شیطان نے خداوند
کو جواب دیا اور کہا کیا ایوب مفت میں خدا ترسی کرتا کیا تو نے اُسکے گرداگرد
اور اُسکے گھر کے آس پاس اور اُسکے سارے مال و اسباب کے چاروں طرف
سے احاطہ نہیں کی ہے تو نے اُسکے کام میں برکت بخشی ہے اور اُسکا مال زمین
پر بڑھتا جاتا ہے لیکن اپنا ہاتھ بڑھا کے اُسکا سب کچھ چھوؤ تو کیا وہ تیرے
منھ پر تیری ملامت نہ کریگا۔ خداوند نے شیطان سے کہا دیکھ اُسکا سب کچھ
تیرے قابو میں ہے مگر فقط اُسی پر اپنا ہاتھ مت بڑھا تب خداوند شیطان کے
حضور سے چل نکلا۔ ۱۳ آیت سے شروع کر کے ۲۲ تک حال ہے کہ ایک ہی
دن ایوب کے سات بیٹے ۳ بیٹیاں مکان کے نیچے آکر مر گئیں اور تمام جانور

جنکی فہرست پیچھے دی گئی ہے بمعہ کل نوکروں کے مارے گئے اور مال لوٹا گیا یہ سارا حادثہ ایوب پر ایک ہی دن میں انجام کو پہنچا اُس نیک مرد کے منھ سے خدا کی شان کے خلاف کچھ نہ نکلا۔ پھر دوسرا باب پہلی آیت شیطان خداوند کے آگے حاضر ہوا خداوند نے شیطان سے کہا کہ تو کہاں سے آتا ہے شیطان نے خداوند سے کہا کہ زمین کے اِدھر اُدھر سے پھر کے سیر کر کے آتا ہوں (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے پاس جیسا کہ کوئی خفیہ جاسوس سرکار کے پاس ہوا کرتے ہیں یہ خفیہ خبریں دینے کو جایا کرتا تھا جس سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تو کہاں سے آتا ہے) خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ کیا تو نے میرے بندے ایوب کے حال کو غور کیا کہ زمین پر اُس سا کوئی شخص نہیں ہے کہ وہ کامل اور صادق ہے اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے اور باوجود اسکے کہ تو نے مجھکو اُبھارا ہے کہ بے سبب اُس سے ہلاک کروں (رجحال کہ خدا شیطان سے اُبھارا جاتا ہے اور بموجب اپنے قول کے خدا بے سبب ایوب کو ہلاک کرتا ہے تو حضرت مسیح کیوں شیطان کے کہنے سے شہر میں اور ہیکل کے کنگورے پر اور پہاڑ پر نہ جاتے) تو بھی وہ اپنی دیانت کو لیے رہا شیطان نے خداوند کو جواب دیکے کہا کہ کھال کے بدلے کھال بلکہ انسان اپنا سارا مال اپنی جان پر نثار کریگا۔ لیکن اگر اپنا ہاتھ بڑھا ہو اور اسکی ہڈی اور اسکے گوشت کو چھو تو وہ تیرے منھ پر تیری ملامت کریگا۔ خداوند نے شیطان سے کہا کہ دیکھ وہ تیرے قابو میں ہے۔ مگر فقط اسکی جان جانے نہ پاوے۔ اب دیکھیے خداوند نے ایک دفعہ تو غلطی کھائی تھی کہ مفت بیچارے ایوب کو ہلاک کیا اور شیطان کا کہا مان لیا جو واجب نہ تھا اب دوبارہ تجربہ کر کے بھی اُسکے کہنے سے ایوب کی شامت لائی جاتی ہے چنانچہ دیکھو ایوب دوسرا باب ۷ سے ۸ تک تب شیطان خداوند کے حضور سے

چل نکلا اور ایوب کو مارا ایسا کہ تلوے سے لیکے چاندی تک اُسے جلتے پھوڑے ہوئے اور وہ ایک ٹھیکرا لے کے اپنے تئیں کھجلانے لگ پڑا اور راکھ پر بیٹھ گیا۔ اگر آگے دیگر ابواب میں اس بزرگ کا حال پڑھو تو اسقدر رنج پیدا ہوتا ہی کہ پڑھنے والے کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ پھر اس نیک اور کامل مرد نے خدا کی شان کے خلاف کچھ نہ کہا۔ اے معزز ناظرین اس سارے بیان سے کیا صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ خدا محض شیطان کے اُبھار جانے سے ایک شخص کی بربادی کرتا ہے اگر وہ عالم الغیب خدا تھا اور جانتا تھا کہ ایوب ہرگز ہرگز میرے حکم سے باہر نہ ہوگا شیطان کا کہنا کس واسطے ماننا تھا کہ آج کے دن پڑھنے والے خدا کی ذات پر نوٹس نہ لیتے اگر یونہی سچ ہے تو یاد رکھو کہ مسیح کا یا دیگر انبیا کا یا کل جہان کا شیطان کے سامنے کھڑے ہونا ناممکن ہے پس جس حال کہ شیطان خدا پر بھی کسی نہ کسی صورت سے غالب آجاتا ہے اور اپنا کہنا منا لیتا ہے تو خدا نے گناہگار کیواسطے سزا کیوں لکھی ہے خدا کو یہ کہنا چاہیے کہ بھائی وہ تو مجھکو بھی اوبھار لیتا ہے آدم بیچارہ کی کیا مجال تھی کہ اُسکا فریب کھاتا اُسکو تو ناحق باغ عدن سے نکالا اور مسیح کی کیا طاقت کہ وہ اُسکے حکم سے پہاڑ پر یا شہر میں ہیکل کے کنگورے پر نہ جاتا۔ خیر علاوہ دیگر باتوں کے یہ تو ثابت ہو گیا کہ خدا شیطان کا کہنا مانکر صادقوں کو ہلاک کیا کرتا ہے۔ ہم تو آجتک یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ صرف انسان ہی شیطان کا دھوکھا کھاتا ہے بقول تمہارے شیطان نے تو خدا کو بھی دھوکھا دیدیا۔ استغفار۔ بھلا اے ناظرین خدا کو کیا غرض ہے کہ شیطان کے اوبھارنے میں اگر کسی کو ہلاک کرے پس اس قسم کا خدا خدا نہیں ہو سکتا جو شیطان سے اوبھارا جاتا ہے۔ خدا وہ خدا ہے کہ جسکی حضوری میں شیطان کی گذر لاکھوں کوسوں نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ شیطان جاکر اُس سے بات چیت کرے اور اپنی باتوں میں پھسلا لیوے۔ خدا ہمکو اس تعلیم سے بچاوے

(۶) خدا ایک گناہ کے عوض یا اُسکو دُور کرنیکے واسطے اُور بہت سے گناہ آپ کرواتا ہے چنانچہ دیکھو حضرت داؤد کا حال سموئیل کی کتاب دوسری ۱۱ ۲ سے
اِس سارے حال کو میں ناظرین کی خاطر مختصر طور سے لکھونگا اگر تمام لکھوں تو بہت کاغذ ناحق خرچ ہوگا۔ بات یہ ہے کہ حضرت داؤد ایک دفعہ اپنے محل میں تھے وہاں سے ایک عورت مسماۃ بنت سبع زوجہ حتی اوریہ کو دیکھ کر اُسکو اپنے پاس بُلا لیا اور اُسکو حضرت داؤد کا حمل ہو گیا اُسکا خاوند جو کہ فوج کا ایک عہدہ دار تھا لڑائی میں گیا ہوا تھا۔ تب داؤد نے حمل اپنے اوپر سے ٹالنے کیواسطے اُسکو بُلوا لیا اور اُسکو گھر سونے کی اجازت دی لیکن اُسنے یوں کہہ کے انکار کیا کہ تمام فوج لڑائی میں اور میں گھر میں جا کر سو رہوں یہ درست نہیں پس داؤد نے جب دیکھا تو اپنے وزیر یوآب سے جو لڑائی میں تھا یہ کہلا بھیجا کہ حتی اوریہ کو لڑائی کے سامنے رکھنا تاکہ دشمنوں سے مارا جاوے۔ چنانچہ وہ مارا گیا اب تو وہ عورت آزاد تھی حضرت داؤد اُسکو اپنے گھر لے آئے حضرت داؤد کو اپنے اس گناہ کی خبر بھی نہ رہی کہ میں نے کیا کیا ہے۔

چنانچہ اب یہ دیکھنا ہے کہ خدا اُسکو کسطرح سے اُسکے گناہ سے آگاہ کرتا ہے اور اُسپر سزا کا فتوے کیا لگاتا ہے۔ خدا نے ناتن نبی کو کہا کہ تو جا اور داؤد کو اُسکا گناہ جتا چنانچہ وہ ایک تمثیل لا کر اُسکے گناہ سے آگاہ کرتا ہے اور داؤد اپنے گناہ کو مانتا ہے تب جو نبی نے کہا وہ تھوڑا سا میں بجنسہٖ لکھتا ہوں۔ سو اب تلوار تیرے گھر سے کدی نہ جاتی رہیگی تو نے مجھے حقیر کیا یعنی کہ حتی اوریہ کی عورت کو لیکر اُسکے مالک کو مروا دیا۔ دیکھو ۲ سموئیل ۱۲ ۱۱ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں ایک آفت کو تیرے ہی گھر سے تجھپر اُٹھاؤنگا اور میں تیری جوروں کو لیکے تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسائے کو دونگا اور وہ اُس آفتاب کے سامنے تیری جوروں کے

سناتھ ختم ہوگا کیونکہ تو نے تو چھپے ہوئے کیا پر میں سارے بنی اسرائیل کے سامنے اور آفتاب کے سامنے یہ کرونگا۔ ذرا خیال کرنا کیا یہ بدی کے دور کرنے کی سزا ہے؟ چنانچہ داؤد کے ایک بیٹے مسمی امنون نے داؤد کی ایک بیٹی مسماۃ تمر سے جو کہ کنواری لڑکی تھی زناکاری کا جبراً کی اور اُس معصوم لڑکی کی بیحرمتی سے وہ لڑکا بھی قتل ہوا۔ بھلا کیوں نہ ہوتا جیحال کہ آپ خدا نے کہا تھا کیا یہ بدی کے دور کرنیکی سزا ہے یا کہ اور زیادہ بدی کروانا ہے۔ پھر حضرت داؤد کی ایک لڑکے مسمی ابی سلوم نے داؤد سے باغی ہوکر اُسکی سلطنت چھین لی اور داؤد کے حرموں یعنی اپنی ماؤں کے پاس محل میں اندر گیا یہ وہ بات پوری ہوئی کہ تو نے تو چھپے کیا میں آفتاب کے سامنے یوں کرونگا۔ اے ناظرین ہماری دانا عقلمند گورنمنٹ دام اقبالہ جو بنی آدم ہے کبھی بھی ایسا نہیں کرتی کہ ایک چوری کے عوض یہ کہے کہ چور کا مال اور لوگ چرالیویں بلکہ اُس چور کو قید کرتی ہے تاکہ وہ آیندہ چوری نہ کریں نہ یہ کہ دوسروں کو یہ کہتی ہے کہ لوگ اسکا مال چرالیویں۔ آدمی جسنے تمام عقل اور دانش محض خدا ہی سے سیکھی ہے ایسا جایز نہیں رکھتا چہ جائیکہ خدا سے ایسا فعل سرزد ہووے پس عقلمند آدمی کسطرح سے اس تعلیم کو مان سکتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہو سکتی ہے

(۲) خدا نیکوں اور بدوں میں تمیز نہ کرکے جسکو دل چاہے پیار کرتا اور جس سے دل چاہے عداوت۔ یعنے اسکے ہاں نیکی اور بدی کا کچھ بھی پاس خاطر نہیں ہے چنانچہ دیکھو پیدائش کی کتاب احوال حضرت یعقوب اور اُسکے بھائی عیسو کا۔ یہ دونوں بھائی حضرت اسحاق ابن حضرت ابراہیم کی اولاد تھے۔ جبکہ حضرت اسحاق بڈھے ہوگئے اور وہ اندھے بھی ہوگئے تھے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو بلا کر کہا کہ تو جاکر میرے واسطے شکار مار کر لا اور اُسے پکا کر مجھکو کھلا تا کہ میں مرنے سے

پیشتر تجھ کو دعا اور برکت دے لوں سو جب وہ باہر گیا تو یعقوب نے اپنی ماں کی سازش سے حضرت اسحاق اپنے باپ بڈھے اندھے کو فریب دیا یعنی اُسکی ماں نے اُسکے واسطے کھانا تیار کر کے کہا کہ تو عیساؤ بن کے باپ کے پاس جا اور برکات لے لے چونکہ عیسو کے بدن پر بال تھے اور یعقوب صاف تھا تو اپنے بدن پر بھیڑوں کی اُون چپکالی اور عیساؤ بن کے باپ کے پاس پہنچ گیا اور کہا کہ اے باپ اُٹھئے کھانا کھایئے اور مجھے برکت دیجئے تب اسحاق نے کہا کہ تو کون ہے کہا کہ میں تیرا بیٹا عیسو ہوں تو اُسنے کہا کہ اتنی جلدی تجھ کو شکار مل گیا یعقوب نے کہا کہ تیرے خدا نے مجھکو جلدی دیدیا تب اُسنے اُسکو چھوا اور کہا کہ آواز تو یعقوب کی ہے پر بدن عیسو کا یہ حضرت تو پہلے ہی سے اُستادی کر کے آئے تھے چنانچہ حضرت اسحاق نے کھایا اور برکت دی۔ یہ تو برکت لیتے ہی رفو چکر ہوئے پیچھے وہ میاں بھی آگئے اور کہا کہ اے باپ اُٹھیئے اور کھانا کھلیئے اور مجھکو برکت دیجئے گا تب اسحاق نے کہا کہ وہ جو پہلے یہ سب کچھ کر گیا اور برکت لے گیا کون تھا تب دونوں کو سوجھ پڑی کہ یہ تو یعقوب نے کیا تب وہ بیچارہ زار زار رویا۔ اس سے پیشتر ایک دفعہ یعقوب نے عیسو جب بھوکھا ہو کر مرنے پر تھا مسور کی دال دیکر اُس سے وہ لوح بھائی سے پلوٹھے ہونے کا حق لے لیا تھا اب کل برکات لیکر چلدیئے باپ کو فریب دیا آپ جھوٹھ بولا۔ پھر اپنے سسرے بتروایا ماموں تیرو کے پاس چلے گئے۔ وہاں بھی آپ نے اُستادی ہی کی یعنی جبکہ اُسنے بھیڑیں چرانے پر آپکو رکھا اور یہ شرط کی کہ ایک رنگ میری بھیڑیں اور چتکبری تیری تو یعقوب نے اوٹھا کے وقت پانی میں ہری ٹہنیاں اِسطرح سے کا ٹکر ڈالدیں کہیں جگہ سے او نکا چھلکا اوتار دیا کسی جگہ رہنے دیا۔ جیسے کہ لڑکے ہری لکڑی کو لیکر چھلے والی سوٹی بنایا کرتے ہیں پانی میں ڈالدیں

تب پانی میں اُسکا عکس پڑا اور بھیڑوں نے بچے چتکبرے دیئے اور جسوقت یعقوب اپنے باپ بڈہے کو فریب دیکر اور اپنے بھائی کی برکات لیکر دوڑے کہ کہیں عیسا ہو اگر مل گیا تو مار ڈالیگا میاں کو جنگل میں رات پڑگئی تو جب وہاں پر سو گئے خدا اُنکو نظر آیا اور کہا کہ اے یعقوب میں تیرے ساتھ ہوں چنانچہ دیکھو پیدائش ۲۸ باب ۱۰ سے ۱۶ تک یہ مذکورہ بالا قصہ ۲۷ باب کی ۶ آیت سے شروع ہوتا ہے لیکن ۲۸ باب کی ۱۱ سے ۱۵ تک خدا یعقوب کو راستہ میں ملتا ہے اور اِسقدر برکات کے وعدے کرتا ہے کہ کچھ باقی نہیں چھوڑتا۔ خیال کرنا کہ یعقوب کی ایسی حرکت کے بعد یہ برکات کیا معنے رکھتی ہیں حالانکہ عیسو غریب کا کوئی گناہ نہیں چنانچہ اِس بات کی تصدیق کہ خدا نیکی اور بدی کا لحاظ کرکے پیار دشمنی نہیں کرتا بلکہ جسکو اسکی مرضی چاہے خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہووے چنانچہ رومیوں کا خط ۹ باب ۱۳ آیت کو میں نے عیسو سے عداوت رکھی اور یعقوب سے محبت پس ہم کیا کہیں کیا خدا کے یہاں بے انصافی ہے ایسا نہ ہووے۔ دیکھو پولوس جو کہ وزیر نصاری ہے کیسا دانا ہے ضرور اُسوقت بھی لوگ اِس قسم کا نوٹس لیتے ہونگے کہ خدا نے کسواسطے عیسو سے عداوت کی اور یعقوب سے محبت کی جسحال کہ عیسو کی کوئی حرکت ایسی نہیں کہ خدا اُس سے عداوت رکھے اور یعقوب جسنے باپ اندہے کو فریب دیا اُسکے ساتھ محبت کیوں ہوئی۔ اِسواسطے پولوس پہلے سے لوگوں کو روکتا ہے کہ خدا کو بے انصاف نہ کہو یعنی کہ ایسا نہ ہووے کہ ہم خدا کو بے انصاف کہیں یہ شخص بھی بڑی سوجہتی والا تھا اسکی نظر بھی کمزور نہ تھی ایسے لوگونکو بڑی دور کی سوجھا کرتی ہے۔ بھلا یہ کب ہو سکتا ہے کہ اُسوقت تو شاید لوگوں کو یوں توں کر کے ٹال دیا ہو گا لیکن اب ایسے روشن زمانہ میں جس میں علم نے اِسقدر رونق پکڑی ہے پولوس جیسے کروڑہا عالم پڑے ہیں کیوں کوئی حق اور ناحق میں تمیز نہ کرے پس ثابت

ہو گیا کہ اُنکے خدا کے ہاں کچھ نیکی اور بدی پر سزا یا جزا یا محبت یا عداوت موقوف نہیں بلکہ وہ خدا ایسا ہے کہ اپنے باپ کے دھوکھا دینے والے کو محبت کرتا ہے دھوکھا بھی ایک عام آدمی کو نہیں بلکہ ابراہیم کے فرزند کو دیتا ہے

تیسرا باب اِس امر کے بیان میں کہ آیا توریت میں ہمارے رسول کریم کی بابت کچھ پیش گوئی ہوئی ہے یا کہ نہیں

چنانچہ دیکھو استثنا کی کتاب موسیٰ کی کتاب توریت کی پانچویں جلد ہے اُسکا ۱۸ ... ۱۵ آیت

خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے مجھ سا مانند ایک نبی برپا کریگا تم اُسکی طرف کان دھریو۔ میں اُنکے لئے اُنکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالونگا۔ گو اس آیت پر ہمارے اہل اسلام کے بہت سے اصحاب نے بہت کچھ آگے لکھا ہے تاہم میں نے اِسکو دوبارہ لکھا ہے کہ دیکھا جاوے کہ اس آیت مذکورہ بالا کا مضمون آیا حضرت مسیح کے ساتھ ملتا ہے یا کہ حضرت رسول کریم کے حق میں ہے

(اول) تیرے بھائیوں میں سے اُسوقت بنی اسرائیل کے بھائی کون تھے؟ صاف معلوم کہ بنی اسمٰعیل تھے (دوئم) میری مانند یعنے حضرت موسیٰ کی مانند۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت موسیٰ کی مانند حضرت محمدؐ رسول اللہ تھے یا حضرت مسیح تھے۔ اول تو حضرت موسیٰ نے ۴۰ سال تک مصر کی حکمت دانائی اور عقل فرعون کے گھر سیکھی۔ پھر ۴۰ سال تک بھیڑوں کی پاسبانی کی۔ اپنے سسرے نیرو کے پاس حرب کے پہاڑ و پیر۔ پھر ۴۰ سال تک آپنے عرب کے بیابان میں بنی اسرائیل کی رہبری کی۔ پھر آپنے ۴۰ دن روزہ رکھا۔ اب ناظرین کی توجہ کی ضرورت ہے۔ ۴۰ کا عدد جو ہے اِسکے معنے کمال کے ہیں۔ اب دیکھے خدا تعالیٰ اپنے

حضرت موسیٰ کو پہلے ۴۰ سال تک خدا نے مصر کا علم سکھایا اور پھر ۴۰ سال تک خدا نے بھیڑوں کی پاسبانی اسواسطے سکھائی کہ آدمیوں کی پاسبانی کر سکیں چنانچہ پھر حضرت موسیٰ نے دو جگہ تعلیم پا کر پھر بنی اسرائیل پر حکومت کرنا سیکھا۔ اسیطرح حضرت محمد رسول اللہ کو اللہ جلشانہ نے تمام و کمال علم لدنی سے معمور کر کے ۴۰ سال کی عمر کے بعد رسالت ظاہرہ پر معمور فرمایا۔ اب دیکھنا ہے کہ کیا حضرت مسیح نے بھی ۴۰ سال کے ہو کر نبوت کی تھی نہیں بلکہ حضرت مسیح کی نبوت نامکمل تھی چاہیئے تھا کہ حضرت موسیٰ کی مانند ہوتے جیسا کہ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میری مانند ہوگا پس کیا حضرت مسیح حضرت موسیٰ کی مانند ہیں یا کہ حضرت محمد رسول اللہ (دوئم) حضرت موسیٰ کی بیوی اور بچے تھے اور حضرت رسول کریم کی بھی بیوی اور بچے تھے۔ حضرت مسیح اس امر میں بھی حضرت موسیٰ کی مانند نہیں (سوئم) حضرت موسیٰ کے والدین بھی تھے اور حضرت محمد رسول اللہ کے بھی تھے۔ حضرت مسیح کے باپ عیسائی صاحبان بتاویں کہ کون تھے۔ حضرت موسیٰ نبی اور بادشاہ ہوئے حضرت رسول کریم بادشاہ اور نبی ہوئے۔ حضرت مسیح تو ایسے کنگال تھے کہ آپ نے فرمایا کہ چڑیوں کیواسطے گھونسلے ہیں اور لومڑیوں کے واسطے گھورنے پر ابن آدم کے لئے کوئی جگہ نہیں کہ جسجگہ وہ اپنا سر رکھے۔ پس میں بڑا ہی حیران ہوں کہ عیسائی صاحبان اس آیت کی تاویل حضرت مسیح کے حق میں کس معنے سے لیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت موسےٰ کی مانند آپ میں سوائے معجزات کے اور کوئی بات نہ تھی پس معجزات اور بھی بہت سے نبیوں کو خدا نے دیئے تھے اور اگر زیادہ سوچو تو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح کا ۳۰ سال ہو کر نبوت کو شروع کرنا یہ بھی اسی امر کی شہادت تھا کہ وہ نبی جسکی بابت حضرت موسیٰ نے اطلاع دی ہے وہ تا حال آنیوالا ہے۔ اور

اپنے روزے رکھنے سے بھی ثابت کیا کہ کمال جو ہوتا ہے وہ ۴۰ کے مبارک تعداد سے ہوتا ہے جیسے کہ بائیبل کی کئی ایک مقامات سے ۔ ۴۰ کے عدد کو ایک خصوصیت دی گئی ہے اور حضرت عیسیٰ نے بھی ۴۰ روز روزہ رکھ کر یہ ثابت کیا کہ میرے بعد ایک شخص آویگا جو کہ اپنی رسالت ۴۰ سال کا ہو کر شروع کریگا کیونکہ ۴۰ کا عدد کمال ہے جیسے کہ حضرت موسےٰ کو ۴۰ دفعہ ۴۰ کا کمال دکھایا گیا۔ اول کل عقل اور دانائی مصر کی بعد میں ۴۰ برس بھیڑوں کی پاسبانی پھر بنی اسرائیل کی رہبری پھر ۴۰ دن کوہ سینا پر اپنے جلال میں رکھنا۔ پس آیت مذکورہ بالا کی تاویل کہ میری مانند ہوگا صرف حضرت محمدؐ رسول اللہ کے واسطے ہو سکتی ہے اور حضرت موسیٰ نے بھی جہاد کئے اور حضرت محمدؐ رسول اللہ نے بھی جہاد کئے۔

حضرت مسیح نے آپ بتائیے کہ کونسے جہاد کئے ہیں؟ آپ جبراً کیوں اس آیت کو حضرت مسیح کے ساتھ کیوں منسوب کرتے ہو۔ میں نہیں جانتا کہ کیا جھوٹ آپ ہی کے نام آتا ہے کہ آیت مذکورہ بالا حال کہ صاف یوں ہے۔ خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا۔ تم اُسکی طرف کان دھریو۔ میں اُن کے لئے اُنکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُس سے فرماؤنگا وہ سب اُن سے کہے گا۔ عیسائی صاحبان نے اس آیت کو ایک کتاب بنام (یسوع مسیح کا احوال) میں یہ لکھا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا موسیٰ کی مانند پیغمبر بھی ہوگا کیا یہ جھوٹ نہیں کہ نبی کی جگہ عیسائیوں نے پیشین گوئی لکھتے وقت بیٹا لکھ مارا ہے کیا غضب کی بات ہے کہ کلام اللہ کو اپنا کلام بنا لیتے ہیں تاکہ عوام کو دھوکہ لگے ذرا غور کرنا کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ کے نام مبارک سے بھی حضرت موسےٰ کی مانند نبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت موسےٰ کی عمر کے ۳ حصے تھے

اول ۴۰ سال مصر میں پھر ۴۰ سال اپنے سسرے یترو کے پاس بعد میں
۴۰ سال قوم اسرائیل کی رہبری یعنی کہ کل ۱۲۰ سال ہوئے۔ حضرت موسیٰ نے
لفظ میری مانند سے یہ بھی ثابت کردیا کہ علاوہ بریں اپنے احوال کے اُس نبی کے
اسم مبارک سے ہی بھی میری مانند ہونا ثابت ہوگا یعنی کہ میری عمر کے ۳ حصے آپ کے
اسم مبارک ہی سے ثابت ہونگے اور ۴۰ روز کا چلہ بھی آپ ہی کے اسم مبارک
سے ثابت ہو جاویگا جیسے کہ میری پہلی ۴۰ سالہ عمر فرعون کے گھر گذری دوسری
بھیڑوں کی پاسبانی میں تیسری بنی اسرائیل کی رہبری میں اس حساب سے ۱۲۰
سال ہوئے۔ اُس نبی کے نام ہی سے یہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ لفظ محمدؐ کو ابجد حساب
سے دیکھو م کے ۴۰ علاوہ ح اور د کے درمیانی م کے ۴۰ عدد کیونکہ
ح اور د کے درمیان کا میم لکھنے میں ایک آتا ہے اور پڑھتے ہیں دو عدد کیونکہ
اُس پر تشدید ہے اُس میم کو دو دفعہ پڑھو تو ایک میم کے ۴۰ عدد دوسرے کے
۴۰ پس ہر دو میم کے ۸۰ عدد ہوئے۔ اگر کوئی کہے کہ لفظ محمدؐ میں ح اور د بھی
ہے۔ اس قاعدہ کے رو سے بھی دیکھو ح کے ۸ عدد ہیں اور د کے ۴ پس
۸ × ۱ + ۸ × ۴ = ۴۰ کے ہوتا ہے اور یہ وہ بات پوری ہوتی ہے کہ حضرت
موسیٰ ۴۰ دن تک کوہ سینا پر خدا کے حضور شریعت لینے کے واسطے گئے تھے
چنانچہ قرآن کریم میں سورہ مزمل میں یہ لکھا ہے۔ ہم نے فرعون کیطرف
موسیٰ کو پیغمبر کرکے بھیجا اسیطرح سے ہمنے تمہاری طرف محمدؐ رسول اللہ کو پیغمبر
کرکے بھیجا ہے۔ بس دیگر حوالہ جات توریت و اناجیل میں ہے اسواسطے
نہیں لکھتا کہ اہل اسلام نے آگے بہت کچھ لکھا ہے۔ پر آجتک لفظ ۴۰
کی طرف توجہ نہ کی تھی۔ اب بھی اگر کوئی صاحب نہ مانے تو کیا اُس کے
واسطے یہ مثل درست نہیں آویگی کہ پیر وانہ چوا ایک ذرا سا پتنگا ہے اور

شمعدان کے پاس آکر اپنا آپ برباد کر لیتا ہے جسکو پرانے زمانہ یا حال کے زمانہ کے داناؤں یا شاعروں نے ایک عاشق صادق کی مثال دی ہے حالانکہ یہ مثال بالکل غلط ہے وہ ایک بیوقوف جانور ہے اُس میں بھلا عاشق ہوتے یا شمعدان کی ماہیت دریافت کرنے کا سلیقہ ہی کہاں ہے حقیقت تو یہ ہے کہ وہ بیوقوف جانور ہے اور اندھیرے میں جب روشنی دیکھتا ہے تو اُسکی طرف اس خیال سے آتا ہے کہ یہ ایک وہ سوراخ ہے کہ جسکے راستہ میں سے گذر کر کے باہر روشنی میں چلا جاؤنگا چونکہ وہ ایک سوراخ میں کی روشنی نہیں جو کہ باہر سورج سے آتی ہے بلکہ ایک جلانیوالی آگ ہے وہ اپنی کم عقلی یا نادانی کے باعث یہ خیال کرکے اُسکو راستہ خیال کرکے آتا ہے کہ میں چلا جاؤنگا اور فناہ ہو جاتا ہے۔ اسیطرح وہ لوگ جو اپنی کم عقلی کے باعث حضرت مسیح پر الیا بھروسہ کرتے ہیں لا کلام اُنکا نتیجہ الیسا ہی ہوگا جو کہ آگ کو دن کی روشنی کا سوراخ خیال کرتے ہیں پس ہم نے ہر طرح سے اعلان کر دیا ہے اگر اب بھی کوئی نہ سمجھے تو اُسکا خون اُسکی گردن پر ہوگا۔ منادی کا کام ہے کہ اطلاع دے دیوے۔

تمت

ریویو

بیشک یہ رسالہ چند وجوہ سے اپنی نظیر آپ ہی ہے منجملہ اون کے یہ کیتنی خوبی کی بات ہے کہ عبارت مختصر اور مضمون کیثر ہے۔ ایسی کتابیں تعلیم اور درس میں ضرور آجکل کے زمانہ مین لیجاہئیں بیلئے جو کتابیں ردّ کفار میں ہیں اُنکی تعلیم علی طریق ہے بچون کے واسطے ضروریات سے ہے۔ غرض ہماری یہ نہیں کہ باہمی فروعی اختلاف کا درس جاری کیا جاوے۔ کیونکہ یہ فروعی اختلاف کا موقع نہیں ہاں کفار سے اپنے دین ایمان کا سنبھالنا فرض ہے اور یہ رسالہ اپنا فرض منصب پورا پورا ادا کرتا ہے۔

دستخط

مولوی حیدر علی صاحب عفی عنہٗ

یہ کتاب بیشک قابل قدر ہے۔ ہر ایک اہل علم مسلمان کو اسکا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

العبد

مولوی نور احمد عفی عنہ